

# البرکات

حافظات و امر شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ

مکتبہ فکر رضا کھیوڑہ

## جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب \_\_\_\_\_ الدیوبندیت

افادات \_\_\_\_\_ حافظ ملت علامہ شاہ ولی اللہ  
محدث مراد آبادی

ترتیب \_\_\_\_\_ مولانا محبوب احمد اشرفی

ضخامت \_\_\_\_\_ 260 صفحات

اشاعت \_\_\_\_\_ جون 2001ء

تعداد \_\_\_\_\_ گیارہ سو

ناشر \_\_\_\_\_ احمد حبیب ملک

ملنے کا پتہ

مکتبہ فک و رضا

نورانی محلہ کھیوڑہ ضلع جہلم

## فہرست

صفحہ	نمبر شمار
۱	مقدمہ
۲۸	نقل چیلنج
۲۹	نقل جواب چیلنج از حضرت محدث قبلہ صاحب
۴۸	باب اول
۴۸	دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی صاحب ربی غلامی ہیں
۵۴	گنگوہی صاحب کی سیمائی جیسی علیہ السلام سے بڑھ کر ہے
۵۴	گنگوہی صاحب کے جید سودیوسف ثنائی ہیں
۵۹	گنگوہی صاحب بانی اسلام کائناتی ہیں
۶۹	دیوبندی کہتے ہیں پہنچ کر ہی گنگوہی صاحب سے کاراستہ پوچھتے ہیں
۷۲	دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی صاحب قبلہ حاجات ہیں
۷۶	گنگوہی صاحب سلسلے بہان کے مخدوم ہیں
۸۲	دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی صاحب کی غلامی قلمہ مسلمانی ہے
۸۸	دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی صاحب صدیق و خاتون ہیں
۹۱	دیوبندی حضرات اپنے علما کو حوزہ الاعلیٰ میں شریک بتاتے ہیں
۹۹	دیوبندی حضرات کے نزدیک شہید ان کو کامریشہ جلائیادہی کرنا چاہیئے
۱۰۱	دیوبندی حضرات کے نزدیک گنگوہی صاحب کامریشہ مشہر کرنا ضروری ہے
۱۰۳	دیوبندی حضرات کے نزدیک حرم میں سہل و غیرہ لگانا حرام ہے

۱۸	دیوبندیوں کے نزدیک ہولی دیوالی کا کھانا جائز ہے
۱۹	دیوبندی حضرات کے نزدیک صحابہ کو کافر کہنے والا اہلسنت کا معراج ہے
۲۰	دیوبندی حضرات کے نزدیک حاکم کی توہین کرنا الاکافر ہے
۲۱	دیوبندی حضرات کے نزدیک مولود شریف کی صورت میں جائز نہیں
۲۲	مسکولہ عیب میں فریقین کا عرق
۲۳	دیوبندیوں کے نزدیک گھروں میں پھرنی والا کوا حلال ہے
۲۴	لالی دیکھ کر سے کی حرمت پر قرآن وحدیث سے دلائل
۲۵	دیوبندیوں کے نزدیک تقویۃ الایمان کا رکنا اور پڑھنا میں اسلام
۲۶	مفتویٰ صاحب کے نزدیک ہالی کا مطلب نیند اور متبع سنت تھا
۲۷	دیوبندیوں اور نجدیوں کے عقائد میں پوری مطابقت ہے
۲۸	دیوبندیوں کے نزدیک حضور کی جانب متوجہ ہونا کبتر ہے
۲۹	دیوبندیوں کے نزدیک حضور کا علم غیبی چون پاکوں اور بالادوں میں ہے
۳۰	دیوبندیوں کے نزدیک اسی اعمال میں نبی سے بڑھ جاتے ہیں
۳۱	دیوبندیوں کے نزدیک شیطان کا علم حضور سے زیادہ ہے
۳۲	باب دوم (دیوبندی مذہب کا آئینہ)
۳۳	دیوبندیوں کے نزدیک اللہ کی شان
۳۴	دیوبندیوں کے نزدیک رسول کی شان
۳۵	دیوبندی وحرم میں رسول کی شان
۳۶	دیوبندیوں کے نزدیک قرآن مجید کی شان
۳۷	دیوبندی شیطنت
۳۸	کوڑا کی اور کفر نفی کا فرق
۳۹	مولوی اسماعیل دہلوی کی ٹیگیز سے سکوت کی وجوہات

۴۰	دیوبندی مذہب کی چال
۴۱	مولوی اسماعیل دہلوی کی ٹیگیز سے سکوت کی دوسری وجہ
۴۲	دیوبندیوں کا ایک دھوکہ
۴۳	دیوبندیوں کی ایک دھاندلی
۴۴	دیوبندی رہبر کی پانچویں فریب کاری
۴۵	دیوبندی رہبر کی چھٹی چال
۴۶	دیوبندی حضور کو اپنا مقتدی بتاتے ہیں
۴۷	گنگوہی صاحب کے اختیارات دیوبندیوں کی نظر میں
۴۸	حشر میں دیوبندی کیا کہتے ہیں
۴۹	مقاوی صاحب کے پیر دھوکہ پنا آخرت کی نجات بتاتے ہیں
۵۰	اولیائے کاملین سے دیوبندیوں کی عداوت
۵۱	گنگوہی اور نانوتوی صاحبان کے تعلقات اور کردار کی ایک جھلک





الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنالوا لولا أن هدانا الله المستقيم وانما على الذين المستنيرين التورم والتميلين  
بمذهب أهل السنة والجماعة ووفق لنا بإبطال المذاهب الفاسدة الباطلة خصوصاً الفرقة  
الطاعية الدنيابة التي فيها الكفرة المردة الشياطينة هم الذين طواهم كالمومنين  
المتخلصين ولبوا طعنهم مع الكفرين المرتدين خذلهم الله تعالى ولعنهم إلى يوم الدين  
والصلوة والسلام على حبيب سيد المرسلين ورحمة للعالمين وعلى آله الطيبين  
الطاهرين وأصحابه المكرمين المعظمين وعلى أوليائهم الصالحين الواصلين.

## مقدمہ

سید انبیاء محبوب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل کفر و  
شُرک کی کالی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، دنیا ایک ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی، رشد و ہدایت  
کے نشانات ایسے مٹ گئے تھے کہ حق و باطل کا امتیاز جاتا رہا تھا، خداوند تعالیٰ نے  
خلوق پر رحم فرمایا، فضل ربانی عالم کی طرف توجہ ہوا کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو  
مبعوث فرمایا، رسالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب طلوع ہوا تھا کہ وہ ساری  
ظلمتیں دور اور تمام تاریکیاں کافور ہو گئیں، عالم انوار ہدایت سے معمور ہوا، قد حبا  
کم من اللہ نذر و کتابا مبین کا وہ ظہور ہوا کہ کفار و مشرکین کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں  
خوش نصیب اس نور سے فیضیاب ہوتے اور نہایت مضبوطی و اخلاص کے ساتھ وہی  
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا پر نصیب قسمت کے مارے اپنی آنکھیں بند کیے  
مخروم ہی رہے بلکہ بعد ازیں یزیدون یطغون انوار اللہ بیا نواہم اپنی پیونکوں سے

نور خدا کو بھاننے کی ناکام کوشش کرتے رہے مگر اللہ یبیت نورہ و لو کبر الکاذبون  
اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کامل فرمائے گا اگرچہ کافروں کو برا لگے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پختہ زن پیونکوں سے یہ چراغ بھایا نہ جائیگا  
ان بد نصیبوں رسول کے دشمنوں کے و گردہ ہو گئے ایک نے توبہ شرارت کی کو حکم  
نکلا اپنی دشمنی و عداوت کا اعلان کر دیا، رسالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف انکار  
کر دیا یہ گردہ کفار کے نام سے مشہور ہوا، دوسرے نے یہ خباثت کی عداوت مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دلوں میں پرورش کرتے ہوئے زبانوں سے آپ کا کٹر پنا  
شروع کر دیا یہ گردہ منافقین کہلایا، منافق بڑے شد و د کے ساتھ قہیں کھا کھا کر توجہ  
ورسات کی شہادت دیتے نمازیں پڑھتے جہاد میں شریک ہوتے تھے مگر چونکہ ایمان  
کے لیے صرف ظاہری کاروائی ہرگز مفید نہیں ہو سکتی لہذا قرآن مجید نے صاف فرما دیا  
و ما ہم بمؤمنین یہ ہرگز مومن نہیں ان کی یہ ساری کاروائی دھوکا دہی فریب کاری  
ہے، یخبر عنون اللہ و الذین امنوا اللہ اور ایمان والوں کو فریب دینا پادبہ ہے،  
اگرچہ کفار و منافقین دونوں اسلام کے دشمن، اس کی بڑھ کئی کئی گواہیاں رہے  
اور میں مگر اسلام کو منافقین سے زیادہ نقصان پہنچا یہ مسلم نما کافر مسلمانوں میں ملی کر  
ہمیشہ اسلام و مسلمانوں کے درپے آزار اور اس کے لیے سوتھ کے جویاں رہے  
خود عہد نبوی میں اذیت مصطفیٰ و آزار مسلم ان کا نصب العین تھا ہر وقت مسلمانوں  
میں فتنہ و فساد کیلئے کوشاں رہتے تھے، مسجد خزار منافقین ہی نے بنائی تھی جس کو حضور  
نے گرداگرد اس کی جگہ کوڑا گھر قائم کر دیا اور بنانے والوں کو سزا ملی وہ غیبت  
منافق ہی تھا برہنہ کے فیصلہ کی اسپیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تھا اور  
شمشیر فاروقی سے جہنم میں پہنچا، عہد صدیقی میں ذرا موقع دیکھا تو زکوٰۃ کا صاف انکار  
کر کے بغاوت اختیار کی وہ شمشیر صدیقی ہی تھی جس نے منافقین کی گردنیں جھکوائیں  
در نہ یہ فتنہ اسلام کے لیے تمام فتنوں سے زیادہ خطرناک تھا، مولیٰ علی رضی اللہ

عز کے عہد مبارک میں منافقین کا یہ فتنہ خارجیوں کی صورت میں رونما ہوا۔ اس سے بھی اسلام کو سخت نقصان پہنچا۔ ذوالفقار حیدری نے ہزاروں خارجیوں کو فی السب رک کے اسلام کی حمایت و حفاظت فرمائی۔

خفا و راستہ دین کے بعد اہل باطل کا یہ گروہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گیا۔ بیان تک کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق ان گمراہوں کے بہت سے فرقے ہو گئے ان میں جو ضروریات دین کے منکر ہوئے یا جنہوں نے شان رسالت میں گستاخیاں کیں وہ قطعاً کافر و مرتد ہیں ورنہ بد دین بدعتی گمراہ ہیں۔ جماعت اہل حق جو صحیح طور سے تعلیم محمدی پر قائم ہے اور اللہ تعالیٰ آقا قیامت رہے گی وہ جماعت ہے جو صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین کی پیروی ہے۔ وہی سواد اعظم اہل سنت و جماعت ہے۔ اس جماعت حق سے یہ گمراہ فرقے الگ تھے ہی رہے مگر بفضلہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کے مقابلہ میں ہمیشہ قلت و شکست کھاتے رہے انہیں گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ وہابی ہے اس کا موجد ابن عبد الوہاب نجدی ہے۔ اسی نے اس فرقہ کو وہابی کہتے ہیں۔ یہ وہ فتنہ ہے جس کی خبر اس سے بارہ سو برس پہلے خبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مین اور شام کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ نجد کے لوگ بھی حاضر تھے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نجد کے لیے بھی دعا فرمائیں حضور نے پھر مین اور شام کی دعا فرمائی۔ پھر انہوں نے دعا کی درخواست کی۔ حضور نے پھر مین اور شام کی دعا فرمائی۔

دعا فرمائی اور نجد کے لیے دعا کی بلکہ تیسری مرتبہ کی درخواست پر فرمایا۔

حناك التلازل والفتن وبعث الصلح | یعنی نجد سے زلزلے اور فتنے پیدا ہوں  
قرون الشیطن۔ بخاری شریف مصری جلد ۱ | گئے اور وہاں سے شیطان کا سینگ  
رابع ص ۱۵۳ | نکلے گا۔

حضور کے فرمان کے مین مطابق وہ شیطان کا سینگ ابن عبد الوہاب نجدی نکلا جس نے عقائد اہل سنت کے خلاف نئے عقیدے گڑھ کر ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب التوحید رکھا۔ اس میں ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر و مشرک ٹھہرایا۔

اتفاق سے ۱۲۲۱ھ میں روم کی سلطنت میں ضعف پیدا ہو گیا۔ ادراس کے وطرغ میں ملک گیری کا سودا اٹھایا اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنی حیثیت قائم کر کے مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر دی اور اپنے عقیدہ کے مطابق اہل سنت و جماعت کے قتل کو مباح کیا اہل مکہ و اہل مدینہ کے خون سے حرمین طیبین کی زمین رنگین کر دی۔ علماء اہل سنت کو قتل کیا۔ مسلمانان اہل سنت کے بورھوں، بچوں، عورتوں تک کو سبے گناہ قتل کیا وہ وہ مظالم کئے کہ شیطان بھی انگشت بندھاں رہ گیا۔ بارہ سال تک حجاز و عراق و غیرہ پر ان مسلم کشوں اور دوزندہ خصلتوں کا قبضہ رہا۔ فضلہ تعالیٰ ۱۲۳۳ھ میں مسلمانوں کے لشکر نے ان وہابیوں پر فتح پائی اور یہ فتنہ دفع ہوا۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب رد المحتار کی تیسری جلد میں اس کو مفصل بیان فرمایا ہے جس کی عبارت نمبر ۲۳ میں درج ہے ہندوستان میں وہابی فتنہ کے بانی مولوی امجد علی دہلوی ہیں۔ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ اس کتاب التوحید کا ایک نسخہ مولوی امجد علی صاحب کے ہاتھ لگ گیا انہوں



نے کچھ اس سے انتخاب کر کے اور کچھ باتیں اپنی طرف سے ملا کر دو میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام تقویت الایمان رکھا اس میں بھی وہابی عقیدہ کے مطابق ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر مشرک ٹھہرایا ہے لہذا ہندوستان میں وہابی وہ سبے بوقریہ ایمان کو مانتا ہے۔ ہندوستان کی ضعف سلطنت کے دور میں وہابی بھدی کی طرح مولوی اسماعیل صاحب کے دماغ میں بھی ملک گیری کا سودا پیدا ہوا اس نے اپنی حیثیت قائم کی اور سبکتوں سے لڑائی کی تیاری ظاہر کی مگر بد قسمتی سے اپنی قوت بڑھانے کے لیے سرحد پہنچے اور سرحدی مسلمان نئی پٹانوں پر رنگ جمانا شروع کیا انہوں نے مولویانہ صورت دیکھ کر مجاہدین سمجھ کر بہت تواضع و آدابگت کی اس سے مولوی اسماعیل صاحب سمجھے کہ رنگ چڑھ گیا لہذا اشہد ک فردی شروع کر دی اور بھی بہت سی ایسی جرمانہ حرکتیں کیں جو قابل برداشت نہیں بالآخر سرحدی پٹانوں نے ان کو شکانے لگا دیا اور مولوی اسماعیل صاحب وہابیوں، دیوبندیوں کے شہید علاقہ پختیار میں سرحدی پٹانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ کتاب سیف الہبار میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ اسی کو علامت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

وہ بے وہابیوں نے وہاں ہے لقب شہید و فوج کا

وہ شہید میلی بھد تھا، وہ فوج تیغ خیار ہے

یہ ہے دین کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراط شر

جو شہستی کے دل میں ہے گاؤں تو زبان چوڑا چار

مولوی اسماعیل صاحب وہابی کے قتل کے بعد یہ فتنہ کچھ بار بار مکران کے معتقدین جو تقویت الایمان پر ایمان لائے تھے۔ آہستہ آہستہ کام کرتے رہے اور رفتہ رفتہ ہندوستان میں یہ وہابی فتنہ دو فرقوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک فرقہ غیر متعلقہ دوسرا فرقہ دیوبندی۔ غرض ۱۸۵۷ء کے ضعف سلطنت میں علامہ دیوبند

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی و مولوی قاسم صاحب نانوتوی وغیرہ کے دماغوں میں بھی ملک گیری کا سودا ہوا تھا۔ انہوں نے بھی کچھ جرمانہ حرکتیں کی تھیں جس کے جرم میں مدتوں جیل میں رہے اور بڑی دقتوں سے سزائے موت سے بچے اس کی تفصیل خود تذکرۃ الرشید میں مذکور ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سلطنت کا غائب تو غائب ہو کر گوش ہوا اب کسی طرح مسلمانوں کو چھانٹنا چاہیے۔ لہذا دیوبند میں مدرسہ قائم کیا جس سے اقتدار قائم ہوا درجیب بھی گرم رہے اسی مقصد سے مدرسہ دیوبند میں کام شروع کر دیا اور مسلمانوں پر سکھ جانے کے لیے ایسا تقیہ کیا کہ شروع میں اپنے عقیدوں کی بوجہ بھی نہ لگے وی۔ سینوں کے موافق ہی فتویٰ دیتے کبھی موقع پاتے تو گول مول ڈکادیتے۔ اسی تقیہ بازی کا نتیجہ ہے کہ بانیان دیوبند کے ایک قوسے میں دس دس تقاض موجود ہیں اس کی تفصیل ص ۱۷ میں مذکور ہے۔ بیسیوں برس بھی تقیہ کیا جب دیکھا کہ اثر ہو گیا اور ایک جھٹکا پنا بن گیا دیوبند کی شاخیں بھی قائم ہو گئیں تو رفتہ رفتہ وہابی عقیدوں کی اشاعت شروع کر دی اور تحریروں میں بھی اپنے عقیدوں کا اظہار کرنے لگے۔ چنانچہ مدرسہ دیوبند کے قیام کے پچیس برس بعد مولوی خلیل احمد صاحب و مولوی رشید احمد صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کا نام براہین قاطعہ رکھا اس کتاب میں خداوند قدوس کے جھوٹ بولنے کو ممکن جانا پرانا عقیدہ بتایا اور صاف کھ دیا کہ امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا قدام میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا خلف و جید جائز ہے یا نہیں۔ براہین قاطعہ ص ۱۷ اسی کتاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنا قرآن و حدیث کے موافق بتایا ہے عبارت یہ ہے اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلافت نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص (قرآن و حدیث) کے موافق ہی کہتا ہے اور خیر عالم نے بھی فرمایا دُودِ اَللّٰی رَآیْتُ اَخَوَانِیَ الْحَدِیْثَ بِرَآئِیْنِ قَاطِعَہٗ ص ۱۸

اسی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان لعین کے علم سے گھٹایا۔  
حضور کے لیے وسعت ملی شرک بتائی اور اسی کو بخوشی شیطان لعین کے لیے  
قرآن وحدیث سے ثابت مانا اور کہا شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص  
(قرآن وحدیث) سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص ملتی ہے  
جس سے تمام نفوس کو زد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ براہین قاطعہ ص ۵۸۔

اس کی پوری تفصیل ۲۳ میں درج۔ علی ہذا الفیاس علماء دیوبند نے اپنی  
بدعتیہ گئی کا تحریروں تقریروں میں صاف اعلان کر دیا اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا  
جو ہوا کہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے علماء دیوبند پر نفرت ولعنّت کی آواز  
بلند ہونے لگی۔ علماء دیوبند کے اس جرم خود کردہ راجع نیست کہ دیوبندی  
رہبر اپنے مقدمہ میں یوں بیان کرتے ہیں کہ پیشہ درپوروں اور جلی مولویوں ان  
نفس پرست اور شکم پرور رقت فروشوں نے صرف چند سفید سٹکوں کے لالچ  
میں ہندوستان بھر میں ان خدام اسلام یعنی بانیان وحامیان دارالعلوم  
دیوبند کے خلاف یہ پروپیگنڈہ شروع کیا یہ لوگ معاذ اللہ بد مذہب اور فاسد  
العقیدہ ہیں خدا کو جھوٹا کہتے ہیں اور رسول کی توہین کرتے ہیں ان کا مرتب صرف  
برٹے بھائی کی برابر بتلاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مقاصع الحسد ص ۵۹۔

ناظرین غور فرمائیں بانیان دیوبند کی ایک ہی کتاب کی نمونہ صرف تین عبارتیں  
پیش کی ہیں بن سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ علماء دیوبند خدا کا جھوٹ ہونا ممکن  
جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہنا قرآن وحدیث کے موافق  
ہمستے ہیں۔ اس سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور کیا ہوگی۔ کہ  
شیطان لعین سے آپ کا علم گھٹا دیا اس میں یقیناً حضور کی توہین ہے۔ یہ تینوں  
باتیں براہین قاطعہ کی مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف ظاہر ہیں۔

اب یہ عقیدے دیوبندیوں کے نزدیک کوئی شرعی جرم ہیں تو اسکے

جرم ہی بانیان دیوبند ہیں انہیں کے یہ عقیدے ہیں اس کی جو سزا ہو اسکے  
وہی سزا ہے اور اگر یہ عقیدے دیوبندیوں کے نزدیک کوئی جرم نہیں بلکہ ان  
کی اشاعت کرنا جرم ہے یعنی مسلمانوں پر ظاہر کرنا کہ علماء دیوبند خدا کا  
جھوٹ ہونا ممکن جانتے ہیں رسول کی توہین کرتے ہیں رسول کو بھائی کہتے ہیں  
تو اس کے جرم ہی بانیان دیوبند ہی ہیں۔ انہوں نے خود ہی یہ عقیدے اپنی  
کتاب میں لکھ کر چھپوائے، شائع کئے اس سے بڑھ کر اور اشاعت کیا ہو سکتی  
ہے لہذا اس جرم کی سزا بھی انہیں کو دینا چاہیے اور انہیں کو پیشہ درجلی  
مولوی نفس پرست شکم پرور رقت فروش بندہ زر کہنا چاہیے اس میں علماء اہلسنت  
کا کیا قصور ہے انہوں نے دیوبندی مولویوں سے کب کہا تھا کہ ایسے عقیدے رکھو  
بلکہ، چھپواؤ شائع کرو۔ علماء اہلسنت تو ایسے عقیدے اور ایسے عقیدے والوں  
پر لعنت کرتے ہیں پھر ان کو گالیاں دینا اور ان کا پروپیگنڈہ اتنا یہ دیوبندی رہبر  
کی حیثیت سوز ایمان داری وافر اور دہائی نہیں ہے۔ اللہ و رسول کی شان  
میں یہ بدگوئی وہ سنگین جرم ہے کہ اسلامی دنیا میں ایسے جرموں کی حیثیت  
ذیل ترین جانور سے بدتر ہوئی چاہیے تھی اور انصاف پسند مسلمانوں نے ان  
جرموں کو ایسا ہی جانا مگر چونکہ ان کا ایک جتنا تیار ہو چکا تھا دیوبند کی شاخیں  
قائم ہو گئی تھیں اس لیے بہت سے حمایتی پیدا ہو گئے۔

ان حامیان باطل کے سایہ حمایت میں علماء دیوبند اپنے کفر و ارتداد میں برابر  
ترقی کرتے رہے چنانچہ براہین قاطعہ کے بعد مولوی اشرف علی صاحب نے  
حفظ الایمان لکھی جس میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کو پاگلوں  
جانوروں کے مثل ٹکھاسے اس میں حضور کی سخت ترین توہین ہے اس کی پوری  
تفصیل نمبر ۲۸ میں درج ہے۔ دیوبندیوں کی یہ کتابیں جب فدا یان مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے گزریں تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ براہین قاطعہ



حفظ الایمان وغیرہ کی کفری عبارتیں نقل کر کے علماء اہل سنت سے ان کا شرعی حکم دریافت کیا۔ یہ عبارتیں چونکہ کفر مرتج اور خالص توہین رسول ہیں۔ لہذا عرب و عجم کے تمام علماء اہل سنت نے متفقہ طور پر کفر کے فتوے دیئے جن کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین شریف اور الصوارم المہندیہ میں مذکور ہے۔ جب مسلمانوں کو علماء دیوبند کے کفریات اور ان پر شرعی احکامات معلوم ہوئے تو مسلمانوں نے نفرت و لعنت کر کے ان سے انقطاع شروع کر دیا اس سے علماء دیوبند کو بنائیت و ذلت و رسوائی ہونے لگی اور تیس چالیس برس کی چالابیوں سے جو اثر قائم کیا تھا زائل ہونے لگا۔ تو انہوں نے مسلمانوں میں اپنا اعزاز باقی رکھنے کے لیے پھر تہقیر کیا اور علماء حرمین شریفین پر اپنی کفری عبارتیں بدل بدل کر پیش کیں اور اپنے عقائد بالکل سینوں کے مطابق ظاہر کیے اور جن باتوں کو تقویت الایمان و براہین قاطعہ وغیرہ میں بشرک و کفر لکھا ہے ان کو اپنا ایمان بتایا ان بدلی ہوئی عبارتوں اور سستی عقیدوں پر فتوے مرتب کر کے اس کی تصدیق کرائی جس کا نام المہند رکھا اور خوب اچھل اچھل کر شور مچایا کہ ہم علماء عرب سے اپنے اسلام کی تصدیق کر اگر لائے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان چالابیوں سے کفر اسلام نہیں بنا۔ البتہ پرہیزگندہ اگر نے اور معتقدین کو بیچانے کا جال بوسکتا ہے۔ دیوبندی رہبر نے اس حقیقت کو یوں سمجھ لیا کہ دشمنان اسلام کے سب سے بڑے ایجنٹ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اکابر علماء دیوبند کی بعض عبارتوں میں قطع برید کر کے فتوے کفر مرتب کیا چونکہ علماء حرمین شریفین حقیقت حال سے واقف نہ تھے اس لیے انہوں نے اس کفر کے فتوے سے اتفاق کیا۔ باوجودیکہ خان صاحب کی فریب کاری کا حال معلوم ہونے کے بعد علماء حرمین شریفین نے رجوع کر لیا لیکن خان صاحب بریلوی نے اس کے ذریعے جو آگ لگائی تھی وہ آج تک بجھ نہ سکی۔ متابع المہدیہ

### مختصر

دیوبند: انصاف و دیانت کے دشمنو! عظیمت رحمۃ اللہ علیہ پر افترا و تبرا کرتے ہو۔ آگ تو انہیں دشمنان اسلام نے لگائی ہے جنہوں نے اللہ و رسول کی شان میں ایسی ناپاک گندگی اچھائی ہے اس گندگی نے مسلمانوں میں وہ افتراق و نفاق پیدا کر دیا کہ گھر گھر فساد مچ گیا جھگڑا کھڑا کر دیا فساد کے بانی بنائیں دیوبند ہیں، ان سے بڑھ کر ان کے حمایتی و طرفدار ہیں جو اللہ و رسول کے مقابلہ میں ان کے بدگوئیوں کی حمایت کرتے ہیں۔ اسی حمایت سے مسلمانوں میں فساد ہے۔ اس نفاق و شقاق کی نسبت عظیمت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کرنا دیوبند ہی رہبر کا افترا نمبر دو ہے۔

المہند کو حقیقت حال بتانا اور فتاویٰ حسام الحرمین پر قطع برید کا الزام رکھنا یہ رہبر صاحب بہتان اعظم نمبر تین ہے۔ مگر یاد رکھو ایسے بہتانوں سے حقیقت پر پردہ نہیں پڑ سکتا۔ فتاویٰ حسام الحرمین اور المہند دونوں میں واقعہ کے مطابق کون ہے اس کی جانچ کا محسوس و سہل معیار یہ ہے کہ دونوں کتابوں کے منقولہ عقیدوں اور عبارتوں کو دیوبندیوں کی کتابوں سے ملایا جائے جس کی عبارتیں اور عقیدے مل جائیں وہی صحیح ہے۔ ہم دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ حسام الحرمین کی منقولہ عبارتیں قطع برید سے یقیناً پاک ہیں وہی عبارتیں دیوبندیوں کی کتابوں میں موجود ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ المہند کی عبارتیں اور عقیدے قطعاً بد سے ہوئے ہیں اگر دیوبندی سچے ہیں تو المہند کی عبارتوں اور عقیدوں کو دیوبندیوں کی کتابوں سے ملا دیں۔ پھر اگر المہند کے عقیدوں اور بدلی ہوئی عبارتوں پر کفر کا حکم نہ ہو تو وہ مرتدین جن کی کتابوں کی عبارتوں پر حسام الحرمین میں کفر و ارتداد کا حکم ہے مسلمان کیسے ثابت ہوئے۔ کتاب رد المہند معصفہ حضرت شیر بشیر سنت مولانا



محمد شمس علی خان صاحب لکھنوی مدرسہ میں دیوبندیوں کی اس تمام دجالی  
کا پروہ چاک کر دیا گیا ہے۔  
جب عوام مسلمین جو علماء دیوبند کے نفس عقائد سے ناواقف تھے ظاہری  
مولویت کے جال میں پھنس گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ہمارے طرفدار  
کثرت سے پیدا ہو گئے تو انہوں نے بے خوف ہو کر دجالی عقیدوں کی اشاعت  
اور شرک و بدعت کی تعلیم شروع کر دی۔ دیوبندیوں کے تمام بد رسوں میں  
بلکہ خود دیوبند میں علوم و فنون کی تعلیم برائے نام ہے وہی شرک و بدعت  
کی تعلیم ہے یہی وجہ ہے کہ فضلاء دیوبند کو اگرچہ وضو نماز کے مسائل یاد نہ  
ہوں مگر شرک و بدعت میں وہ محویت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے جس فعل پر  
نظر پڑتی ہے شرک و بدعت کا حکم لگا کر مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر کے  
فرقہ بندی کر دیتے ہیں۔ یہ امر ناقابل انکار ہے کہ دیوبندیوں کی اس  
شرک و بدعتی سے قبل مسلمانان ہند متقی و مستحکم رہ کر مذہب اہل سنت پر  
قائم تھے۔ مگر جس شہر و قصبہ میں یہ فضلاء مدرسہ دیوبند یا اس کی  
کسی شاخ سے بدعت کی دستار پیٹ کر آتے گئے مسلمانوں کو  
شرک و بدعتی بنانا کہ افراق پیدا کرتے گئے یہاں تک کہ مسلمانوں کا شیرازہ  
منتشر کر دیا۔ حنا جیگوں کی آگ بھڑکا دی۔ یوں تو حشرات الارض کی  
طرح جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ مگر خصوصیت کے ساتھ ضلع اعظم گڑھ میں  
تو وہ رنگ جمایا کہ قانوی صاحب کو گاؤں گاؤں لگی لگی گھما کر سارے ضلع  
میں شرک و بدعت کی دھوم مچا دی۔ مسلمانوں میں نفاق و شقاق کی بنیاد ڈال  
دی۔ اس ضلع میں قصبہ مبارک پور کی مسلم آبادی بہت زیادہ ہے اور بفضلہ  
تعالیٰ یہاں کے مسلمان دیوبند ہی دوسرے پہلے نہایت اتفاق و اتحاد کے  
ساتھ بغافیت زندگی بسر کرتے تھے خوب مضبوطی کے ساتھ مذہب اہل سنت

پر قائم تھے۔ مسلمانان اہل سنت کا متفقہ ایک مدرسہ تھا ایک ہی جمعہ تھا یہاں  
اختلاف و افراق کی بنیاد اور دیوبندیت کی ابتداء قائم ہونے کا سبب  
یہ ہوا کہ بدقسمتی سے پورہ معدود کے مولوی محمود دیوبندی تقیہ کر کے مدرسہ  
اہل سنت مصباح العلوم کے مدرسہ اولیٰ ہو گئے اور مدرسہ دوم اس وقت  
جناب مولانا محمد صدیقی صاحب مرحوم اور مدرسہ سوم جناب مولوی نور محمد صاحب  
تھے۔

شروع میں مولوی محمود نے اپنے عقائد کا قطعاً اظہار نہ کیا۔ میلاد شریف  
کی مجلسوں میں برابر شریک ہوتے رہے۔ مگر رفتہ رفتہ بعض طلبہ و اراکین مدرسہ  
پر اپنا رنگ جما دیا۔ مقامی طلبہ میں سے مولوی نعمت اللہ و مولوی شکر اللہ  
اراکین مدرسہ میں سے طیب گربست وغیرہ ان کا شکار ہو گئے اور مدرسہ میں  
اختلاف پیدا ہونے لگا چنانچہ مولوی نعمت اللہ اور مولوی شکر اللہ نے  
مسلمانان کذب میں طلبہ سے چھڑ چھاڑ کی اور یہ اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا اسی  
بنیاد پر ایک طالب علم سمس محمد شاہ نے مولوی نعمت اللہ و مولوی شکر اللہ کو  
فاسق و بدین لکھا۔ وہ تحریر اراکین مدرسہ کو شکایت پہنچائی گئی انہوں نے  
مدرسہ میں آ کر اس قصیدہ کا تصنیف جناب مولوی نور محمد صاحب مدرسہ بذا  
کے سپرد کیا۔ مولوی نور محمد صاحب نے محمود شاہ سے فاسق و بدین لکھنے کا  
سبب دریافت کیا انہوں نے جواب دیا کہ مولوی نعمت اللہ و مولوی شکر اللہ  
نے اپنا عقیدہ امکان کذب باری ظاہر کیا ہے اس لیے میں نے ان کو  
فاسق و بدین لکھا ہے اس پر مولوی نور محمد صاحب نے مولوی نعمت اللہ  
مولوی شکر اللہ سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے کیا تم  
خدا کا بھٹ بولنا لیکن جانتے ہو۔ انہوں نے کچھ سکوت کیا طیب گربست  
نے جو اس وقت مدرسہ کے بہتم تھے اور دیوبندی رنگ پڑھ چکا تھا

مولوی نور محمد صاحب کو اس سوال سے روکا اور ان دونوں کو جواب سے۔  
 کیونکہ اس عقیدے کا اظہار قبل از وقت سمجھا اور انکار کیسے کرتے یہ تو دیوبندیوں  
 کا ایمان ہے اور طیب گربست نے فوراً مولوی محمد شاہ کو مدرسہ سے خارج  
 کر دیا۔ اور مولوی نور محمد صاحب و جناب مولانا محمد صدیق صاحب کی فکریں  
 رہے۔ مگر دیگر اراکین مدرسہ سنی تھے۔ قصبہ کے تمام مسلمان سنی تھے  
 اس لئے والہ زنگی بالآخر مولوی نعمت اللہ و مولوی شکر اللہ و  
 طیب گربست و غیرہ نے جو دیوبندیت کے شکار ہو گئے تھے۔ مولوی  
 محمود صاحب دیوبندی کو سنے کر احیاء العلوم کے نام سے علیحدہ  
 مدرسہ قائم کیا اہل سنت کا وہی قدیمی مدرسہ مصباح العلوم جاری رہا مگر ابھی  
 جمعہ ایک ہی جگہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ مولوی شکر اللہ صاحب دیوبند سے  
 بدعت کی دستار سے کر تشریف لائے۔ پھر کیا پوچھنا تھا۔ اس ذات گرامی  
 کی برکت سے قصبہ میں وہ نا اتفاقی کی آگ بھڑکی کہ جمعہ کے ٹکڑے جماعت  
 کے بھی ٹکڑے کر دیئے اور آپ نے اپنے سخی بہریم نواؤں کو سنے کر  
 جامع مسجد چھوڑ کر جمعہ بھی علیحدہ قائم کر لیا۔ خوش قسمتی سے آپ کا مزاج  
 شورش پسند واقع ہوا ہے۔ مسلمانوں کو ابعاد ابعاد کر شورش پیدا کر دینا  
 یہ آپ کا روزمرہ ہے۔ اس جوش میں حب آپ کا دریائے سخاوت  
 موجزن ہوتا ہے تو ایک ایک چوک (تقریباً رکھنے کا چوترا) کھودنے پر  
 سو سو شہیدوں کا ثواب تقسیم فرماتے ہیں اور شجاعت کا یہ عالم کہ بوقت گفتیش  
 پولیس کی ایک ڈانٹ پر فوراً انکار کر دیتے ہیں غرضیکہ ان فضلاء دیوبند کی  
 برکتوں نے قصبہ کے مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کر کے اپنا ایک جتنا بنالیا۔  
 مدرسہ بھی علیحدہ کر لیا۔ جمعہ بھی الگ اور آسے و ن فتنہ و فساد اس واقعہ کو  
 دیوبندی رہبر نے بدل کر یوں الٹی گنگا بہائی ہے کہ اعیانہ کے ان

ایجنٹوں اور ائمہ و اسلامی کے دشمنوں نے یہاں کی مسلم آبادی پر دانت تیز کر  
 دیئے اور کچھ چھ خلیج فیض آباد سے بعض پیشہ ور پیر اور مصنوعی محدث آ  
 دھمکے۔ اور مسلمانوں میں اختلاف افزائی پھیلانے کی غرض سے آپ نے  
 بریلی کی کفرست ز فیکری کے کفری گو سے برسانا شروع کر دیئے۔

(مقاصح الحسد ص ۱۷)

اہل الشد کو گالیاں دینا تو دیوبندیوں کے ایمانی افراد میں مگر باشندگان  
 مبارک پور پر آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ کہ مسلمانوں میں یہ اختلاف و  
 افتراق انہیں فضلاء دیوبند مولوی محمد و مولوی نعمت اللہ مولوی شکر اللہ  
 نے پھیلائے ہے لہذا وہی اعیانہ کے ایجنٹ اور اتحاد اسلامی کے دشمن  
 و غیرہ و غیرہ ہوئے۔ علماء اہل سنت کی طرف اس اختلاف کی نسبت کرنا  
 دیوبندی رہبر کا سفید جھوٹ نہر چار ہوا۔ مسلمانان اہل سنت کی دینی  
 درسگاہ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم پر ان فضلاء دیوبند نے  
 بڑے بڑے دانت تیز کیئے رحمت سخت حملے کر کے اس کو ہضم کرنا چاہا  
 اور یہ پرانا مدرسہ بہت کمزور حالت میں ہو گیا۔ مگر مذہب اہل سنت کی  
 حقانیت اور اشرفیہ نسبت و اراکین کا اخلاص تھا کہ مدرسہ معمولی حالت  
 میں رہتے ہوئے بھی دینی خدمات انجام دیتا رہا۔ بلفصلہ تعالیٰ جب  
 اس کی عیز معمولی ترقی کا وقت آیا تو اراکین مدرسہ نے حضرت صدر الشریعہ  
 مولانا انشاہ ابو العسلا محمد امجد علی صاحب قبلہ مدظلہ کی خدمت میں  
 ترقی مدرسہ کی درخواست کی۔ حضرت قبلہ نے ان کی درخواست پر  
 مدرسہ کی جانب توجہ فرمائی اور اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا عبد العزیز  
 صاحب مراد آبادی کو مدرسہ کی خدمت کے لیے بھیجا۔ حضرت مولانا  
 اخیر شوال ۱۳۵۶ھ کو تشریف لائے۔ مدرسہ اس وقت معمولی حالت میں



معا حفظ القرآن فارسی اور ابستہ الی عربی کی تعلیم تھی اس وقت کچھ طلبہ آپ کے ساتھ آئے تھے۔ اور بقیہ تھے بڑے درجوں کے طلبہ آنے لگے۔ کام شروع کر دیا گیا۔ قصبہ میں دیوبندیت کی کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی فضلاء دیوبند انہوں میں کانے راجہ بنے ہوئے تھے۔ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کے انوار صداقت نے جب اپنا جلوہ دکھایا تو بدینی کی سیما ہی خود بخود دور ہونے لگی۔ مسلمانان مبارک پور مدرسہ کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ چار ماہ کی خدمت کا اثر یہ ہوا کہ بعض واسم افتادہ بھی ادھر آنے لگے چنانچہ جناب حاجی محمد عمر صاحب جو قصبہ کے معزز شخص میں اور اس وقت مدرسہ مصباح العلوم کے نائب ناظم میں۔ ان پر دیوبندیوں نے بہت زمانے سے رنگ بھار رکھا تھا وہ بھی ادھر متوجہ ہوئے اور استاد محترم حضرت مولانا عبد العزیز صاحب قبلہ کو اپنے مکان پر جلسہ و تقریر کی دعوت دی۔ حاجی صاحب موصوف کے مکان پر حضرت قبلہ کی تقریر کا ہونا دیوبندیوں میں کہرام مچنا تھا۔ یہ خیال کیا کہ اگر اسی طرح ایک ایک دورہ نکلتے رہے تو جال کا جال خالی ہو جائے گا۔ اس تصور سے بے چین ہو کر بڑے جوش میں دیوبندیوں نے اپنا جلسہ کیا اور اپنے تخیل کے مطابق حضرت مولانا کی تقریر پر اعتراضات کیے بقیہ تھے سنی بیدار ہو چکے تھے۔ دیوبندیوں کی اس حرکت نے ان کو اور بھی جگمگا دیا۔ سنیوں نے دیوبندیوں کے جواب میں جلسہ کیا۔ حضرت استاد محترم نے دیوبندیوں کے اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے سخت ترین مواخذات کیے۔ جس کے جواب میں لامحالہ پھر دیوبندیوں کو جلسہ کرنا پڑا۔ پھر دوسرے روز اس کے جواب میں اہل سنت کا جلسہ ہوا اور یہی طریقہ قائم ہو گیا کہ ایک روز دیوبندیوں کا جلسہ اور دوسرے

روز اہل سنت کا۔ غرضیکہ چالیسین سے جلسہ کا ایسا سلسلہ قائم ہوا کہ تقریباً چار ماہ مسلسل جاری رہا۔ مولوی شکر اللہ صاحب کو چونکہ اپنی طاقتوں پر ناز تھا کہ نہ کہ باوجود مقامی اور بااثر ہونے کے درجن بھر مولوی انکے مددگار تھے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ مولانا عبد العزیز صاحب مسافر ہیں۔ علمی میدان میں اکیلے ہیں۔ اس لیے انہوں نے بڑے جذبہ میں آکر دوران تقریر کیا کہ تحتہ اللہ دوں گا اس میں شبہ نہیں کہ علمی میدان میں حضرت مولانا عبد العزیز صاحب قبلہ کے ساتھ صرف چند طالب علم تھے مگر اللہ ربول کے فضل سے کسی موقع پر اپنی تنہائی اور مقابل کی طاقتوں کا خطرہ ہی نہ لائے۔ حضرت نے ہر چند کوشش کی کہ دیوبندی بے حجاب ماننے آکر گفتگو کریں مگر دیوبندی اس کی جرأت نہ کر سکے تاہم اختلافی مسائل پر اس تفصیل سے بحث ہوئی اور ہر مسئلہ کو دلائل قاہرہ سے ثابت کر کے ایسا واضح کر دیا کہ مذہب اہل سنت و جماعت کا حق ہونا دیوبندی باب کا باطل ہونا آفتاب کی طرح واضح درکوشن ہو گیا۔ بشروع میں دونوں طرف قریب قریب مجمع برابر ہوتا تھا مگر جب مذہب اہل سنت کی تقائیت کی نورانی شعاؤں نے قلوب مسلمین پر جلوہ گرمی کی تو دیوبندیوں نے جلسہ میں مجمع کی کمی ہوئی اور اہل سنت کے جلسہ میں مجمع کی اتنی کثرت ہونے لگی کہ قصبہ کے خاص خاص وسیع مقامات کے علاوہ جلسہ کرنا ہی دشوار ہو گیا۔ وہ عجیب سماں اور عجیب منظر تھا۔ دیوبندیوں کے رد سے مسلمانوں کو اس قدر ذوق و محسوس پیدا ہو گئی تھی کہ اعلان کے منتظر رہتے تھے۔ جلسہ کے وقت کا بڑی بے چینی سے انتظار کرتے تھے بڑے سچے، مرد و عورت نہایت شوق سے شریک ہوتے تھے۔ اہل سنت کے جلسہ میں چار پانچ ہزار کا مجمع ہونے لگا۔ مبارک پور اور اس

کے مضامین میں مذہب اہل سنت کی حقانیت اور دیوبندی مذہب کے بطلان کی صدائیں گونجتی تھیں۔ درود یار سے اہل سنت کی فتح مبین اور دیوبندیوں کی شکست فاش کی آوازیں آتی تھیں۔ پولیس بھی دونوں جلسوں میں شریک ہوئی تھی۔ اہل سنت کے جلسہ محلہ پورہ والی میں سب کچھ داروغہ نعیم احمد صاحب اول سے آخر تک شریک رہے، نہایت عزت سے تقریریں سنیں۔ تقریر کے ختم پر حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں دونوں جلسوں میں شریک ہوا اور دونوں کی تقریریں بغور سنیں۔ میں آپ کی فتح اور آپ کے مذہب اہل سنت کی حقانیت کی شہادت دیتا ہوں فالحمد لله على ذلك وہ عجیب دور تھا جاء الحق وذهب الباطل کا مملوہ تھا۔ دیوبندیوں کے مذہب سے مسلمانوں کو وہ نفرت ہوئی کہ اکثر و بیشتر دام افتادہ متغیر ہو کر کئی ہونے لگے۔ دیوبندیوں نے جب یہ دیکھا تو یقین کر لیا کہ اگر تقریروں کا یہی سلسلہ جاری رہا تو ساری چڑیاں اڑ جائیں گی اس لیے ختم کر دیا اور ان کے اخیر جلسہ میں جس میں صرف سو سو آدمی تھے۔ مولوی شکر اللہ صاحب نے اعلان کیا کہ اب ہمیں جلسہ کی ضرورت نہیں اب ہمارا کام ہو گیا۔ اسکے بعد اہل سنت کا اخیر جلسہ محلہ نواہ میں ہوا۔ یہ جلسہ نہایت ہی شاندار قابل دید تھا تقریباً پانچ ہزار کا مجمع تھا۔ بڑی زبردست کامیابی کے ساتھ جلسہ ختم ہوا۔ مدرسہ اہل سنت مصباح العلوم کی ان خدمات دینی اور مذہب اہل سنت کی حقانیت نے قلوب مسلمین پر پورا قبضہ کر لیا تھا تمام مسلمان مدرسہ کی طرف دل سے متوجہ تھے۔ خیال ہوا کہ مسلمانوں کی اس توجہ سے دینی کام لیا جاسے لہذا اراکین مدرسہ کے مشورے سے حضرت مولانا مصلح نے جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ تقریر کی جس میں مسلمانوں

کو مدرسہ کی ضرورت دکھاتے ہوئے جدید عمارت کی طرف توجہ دلائی۔ اسی وقت سے مدرسہ کی عمارت کا چندہ شروع ہوا اور شام تک ڈھائی ہزار روپے کی میزان ہوئی۔ اس چندہ کا سلسلہ تا دیر جاری رہا اور قصبہ کے کل چندہ کی میزان دس ہزار کے قریب ہوئی فالحمد لله على ذلك اس حقیقت کو دیوبندی رہبر نے یوں مسخ کیا کہ ان وقت فروشوں نے ضروری سمجھا کہ یہاں (مبارک پور) مستقل ادا قلم کیا جائے نہ معلوم کیا کیا سبب باغ دکھا کر قصبہ کے بعض عیاش مزاجوں کو اپنے فیور میں کیا گیا مدرسہ کے نام پر ہزاروں روپیہ سادہ لوح مریدوں کی جیب سے نکالا گیا۔ (مقاصع الحسد ص ۵۸)

بزرگان دین کو گالیاں دیئے بغیر تو دیوبندیوں کی عبارت ہی قبول نہیں ہوتی مگر یہ دیوبندی نے نہ معلوم خوب کہا وہ سبب باغ دیوبندیوں کو کیوں یاد رہتا وہ تقریباً چار ماہ کا مناظرہ جس میں فضلاء دیوبند پروے میں رہے۔ ایسا فراموش کر دیا کہ نہ معلوم، اور واقعات تو بدل بدل کر بیان کئے مگر یہ قطعاً ہضم کر گئے۔ آخر کیوں جانتے ہیں کہ یہی وہ چیز ہے جس کا نام لینا بھی دیوبندیوں کے لیے موت ہے۔ اسی میں وہ ذلت ہوئی کہ تازیست یاد رہے گی۔ اسی میں وقار گیا۔ بھرم رکھ لیا اس کے تصور سے دل دکھتا ہے اس لیے کہہ دیا نہ معلوم کیا کیا سبب باغ دکھایا وہ سبب باغ دکھایا کہ مذہب اہل سنت کی حقانیت کے ٹوٹنے بجاد دیئے اور دیوبندی دھرم کے پر نچے اڑا دیئے۔ وہ سبب باغ دکھایا کہ چار چار ہزار کے مجمع میں حضرت استاد محترم مدظلہ نے پکار پکار کر لٹکارا کہ اسے فضلاء دیوبند اگر نہیں میرے سامنے آئے کی تاب نہیں تو میرے طلبہ ہی سے گفتگو کر لو مگر آواز سے نثار



حَضْرَتُ بَکْرَتِ مَقْنَنِي فَقَدْ لَا يَزِيدُ جَعُونَ اس سبب باغ کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں نے مدرسہ مصباح العلوم پر بے مثل قربانیاں کیں۔ مسلمانان مبارک پور کو یاد ہے۔ فقیر کو معلوم ہے کہ حضرت مولانا عبد العزیز صاحب قبلہ کے تشریف لے جانے سے چھ مہینہ بعد چاند شمع شروع ہو کر ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ کے اخیر میں ختم ہو گیا اس سال قطعاً حضرت شاہ علی حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت محدث صاحب قبلہ مدظلہ مبارک پور تشریف نہیں لائے پیران کی طرف اس چاند کی نسبت کرتا اور یہ کہنا کہ مدرسہ کے نام پر ہزاروں روپیہ ساواہ لوح مریدوں کی جیبوں سے نکالا گیا۔ کیسی شرمناک حرکت ہے جو ہر سبب صاحب کا کذب نمبر پانچ ہے مدرسہ اہل سنت مصباح علوم کی دینی خدمات نے شوال ۱۳۵۳ھ کا وہ وقت بھی دکھایا جو تاریخ مبارک پور میں خصوصیت رکھتا ہے کہ مدرسہ ہذا کے سالانہ جلسہ اور جدید عمارت کے سنگ بنیاد کی تقریب میں حضرت مولانا شاہ علی حسین صاحب قبلہ قدس سرہ و حضرت محدث صاحب قبلہ مدظلہ و حضرت صدر الشریعہ صاحب قبلہ دامت برکاتہ وغیرہ علم کرام نے سر زمین مبارک پور کو اپنے درود مسعود سے زینت بخشی۔ اسی موقع پر مدرسہ مصباح العلوم کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ جمعہ کا مبارک دن ہے۔ گیارہ بجے علماء کرام تشریف لے گئے۔ مسلمانان مبارک پور نے ان پیشواؤں اسلام کا شاندار استقبال کیا بعد نماز جمعہ حضرت محدث صاحب قبلہ مدظلہ انے تقریر فرمائی رسم بنیاد ادا کرنے کا اعلان ہوا۔ وہ منظر جس کے پیش نظر ہے وہی مسلمانان مبارک پور کی خوشی و مسرت کا اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ کس ذوق و شوق سے مسلمانوں کے پاس کے پرے اسی سعادت میں حصہ لینے حاضر ہوئے تھے۔ اللہ اکبر بنیاد کے موقع پر اتنا جھوم کہ راستہ بند ٹکنا دشوار علم کرام کے مبارک

ہاتھوں کی برکتیں حاصل کرنے کے لیے بہ دشواری تمام ان حضرات کو بنیاد تک پہنچنے کی تکلیف دی گئی۔ بنیاد کی گہرائی قد آورم تھی۔ اول ان بزرگانین نے اپنے مبارک ہاتھوں سے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا اور مدرسہ کے قیام و استحکام کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد مسلمانان مبارک پور نے یہ سعادت حاصل کی وہاں نہ بالائی کا نام و نشان تھا نہ گمارے کی جگہ اس کا استعمال ہوا۔ البتہ کسی شخص نے اپنے حب نہ شوق میں چاندی کی چھوٹی سی کرنی اور چھوٹی سی کڑھالی کہ دونوں کا وزن دس بارہ تولیہ تھا بنوایں تھیں۔ نہ کرنی اس قابل تھی کہ اس سے عمارت کی چٹائی ہو سکے نہ کڑھالی ایسی جس میں دو اینٹوں کا بھی گارا آسکے مگر علم کرام نے ہرگز انہیں استعمال نہیں کیا اور ان کے سنگ بنیاد رکھنے کا یہ طریقہ بھی ہرگز نہیں کہ وہ کرنی بسولی ہاتھ میں لے کر عمارتوں کی طرح سے چٹائی کریں بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ اپنے دست مبارک سے زمین پر اینٹ یا پتھر رکھ کر دعا فرمائیں لہذا ان کو کرنی چھرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ لہذا ایسی حالت میں اعتراض کرنا کھلی عداوت اور غری عداوت ہے مگر مدرسہ اہل سنت مصباح العلوم کا وجود چونکہ دیوبندیوں کے لیے عذاب ہے۔ اس لیے دیوبندی نے بڑی آواز کا کے بعد کہا اللہ اللہ چاندی کی ایک کڑھالی تیار کرانی گئی اور چاندی کی کرنی کڑھالی میں بالائی بجائے گمارے کے رکھی گئی اور ان فرشتہ صورت باغیان شریعت نے اسی چاندی کی کرنی سے بالائی کا گارا زمین پر بچھایا اور اس کے اوپر انہیں رکھیں اور پھر وہ کڑھالی اور کرنی پر صاحب کی نذر دی گئی اور پھر صاحب چاندی کی کڑھالی اور دوسرے نذر انے وصول فرما کر رخصت ہو گئے۔ منافع الحمد یہ صرہ

دیوبندی چونکہ ضلالت و قدس کو بالا مکان جھوٹا مانتے ہیں۔ اس

سینے دو مرتبہ اسم جلالت ذکر کر کے اور اس نام پاک سے ٹاکر وہ  
اکاذیب کا طوار باندا حاکم الامان الحفیظ کڑھائی میں بالائی بجائے گارے  
کے رکھی یہ دیوبندی رہبر کا جھوٹ نمبر چھ ہوا

اسی چاندی کی کرنی سے بالائی کا گارا زمین پر بکھایا یہ دیوبندی کا  
جھوٹ نمبر سات ہوا اگر کڑھائی پر صاحب کے تذکر دی گئی یہ دیوبندی رہبر  
کا جھوٹ نمبر آٹھ ہوا۔ پیر صاحب چاندی کی کڑھائی وصول فرما کر شخصیت  
ہو گئے یہ دیوبندی رہبر کا جھوٹ نمبر نو ہوا۔

کرنی کڑھائی کا واقعہ جرت اس قدر ہے کہ دو سکر روز جامع مسجد  
کے جلسہ عام میں جہاں تقریب ڈھائی ہزار کا مجمع تھا حضرت شاہ علی حسین  
صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہیں مگر حضرت قبلہ  
نے قبول فرمایا۔ بلکہ کئی روپیہ اپنی جیب سے اس وقت مدرسہ کو  
عطا فرماتے۔ مجمع کو بھی مدرسہ کی طرف توجہ دلائی۔ اور فرمایا کہ فیقر نے تو  
اپنی کرنی دکھا دی۔ اب تم لوگ بھی اپنی اپنی کرنی دکھاؤ۔ حضرت کے اس  
ارشاد پر اسی مجمع میں کافی چندہ جمع ہوا۔ یہ حضرت شاہ صاحب قبلہ کی  
کرامت ہے کہ کرنی کڑھائی کے قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ اگر  
مذاہخو اسے قبول کی ہوتی تو دیوبندی شاید سونے کی کڑھائی زمرہ کی  
کرنی اور مشک کا گارا بتاتے۔ یہ واقعات تازہ ہیں جو کچھ ہوا اسے قصبہ  
نے دیکھا۔ دیوبندیوں کی آنکھوں پر بھی عداوت کے جوا کوئی پٹی نہ  
تھی۔ مگر ایسا سفید جھوٹ دن میں آفتاب کا انکار۔ دیوبندیوں کی کتابیں  
اسی طرح اکاذیب کا دفتر ہوتی ہیں۔ اس سے یہ فائدہ سمجھتے ہیں کہ جن کو  
واقعات نہیں معلوم ان کے خیالات میں کچھ تغیر پسند ہوا جیسے تاکہ  
عناہل سنت سے بدگمان ہو کہ دیوبندیوں کے جال میں سے کیسی

مسلمان مبارک پور کو دیوبندی رہبر کے جھوٹ سے عبرت حاصل کرنی  
چاہیے۔ دیوبندیوں کو بھی کچھ تو عزت اور ذرا تو شرم آنی چاہیے  
تہا سے پیشوا کیسا جھوٹ ہوتے ہیں پھر بھی تم ان کا دامن نہیں چھوڑتے  
جب مدرسہ اہل سنت مصباح العلوم کی دینی خدمات نے مبارک پور  
اور اس کے اطراف میں مذہب اہل سنت کی حقانیت کا سکہ رائج کر  
دیا تو گرد و نواح کے مسلمان بھی مدرسہ کی طرف متوجہ ہوئے چنانچہ  
شوال ۱۳۵۲ء کے اس جلسہ میں جن پور و خالص پور وغیرہ ملک کے  
مسلمان شریک تھے وہ بجائے مدت سے دیوبندیوں کے شکار تھے۔  
جب ان پر حق ظاہر ہوا تو اسی وقت حضرت محدث صاحب قبلہ کو انہوں  
نے دعوت دی حضرت قبلہ تشریف لے گئے اور اپنے نورانی بیانات  
سے قلوب سامعین کو منور فرمایا۔ جن پور و خالص پور عظمت گدھ کے  
تمام لوگ دیوبندی مذہب سے توبہ کر کے سنی ہو گئے اور قصبہ جن پور  
میں اہل سنت کا مدرسہ انوار العلوم مصباح العلوم کی شاخ متا تم ہوا  
حضرت محدث صاحب قبلہ کی سرپرستی میں بفضلہ تعالیٰ دینی خدمات  
انجام دے رہا ہے اس حقیقت کو دیوبندی رہبر نے یوں الٹا کر اور  
خود حلقہ مریدین میں بھی ارادت و عقیدت کے بجائے حقارت و نفرت  
پھیلنے لگی یہ دیوبندی رہبر کا کذب نمبر دس ہوا۔

اسی موقع پر مسلمانان خیر آباد نے بھی حضرت محدث صاحب قبلہ کو مدعو  
کیا۔ حضرت قبلہ خیر آباد تشریف لے گئے۔ دیوبندی چونکہ جن پور و خالص پور  
کا منظر دیکھ چکے تھے کہ اگر اسی طرح حضرت محدث صاحب قبلہ کی تقریریں  
ہوتی ہیں تو سارے ضلع میں سنیت کا پھر یہاں لہرائے گا اور دیوبندیت  
کو کسی بہاؤ کوئی نہ لپچھے گا۔ اس لئے مرتا کیا نہ کرنا صاحب خیر آباد میں



مولوی نذیر دیوبندی کچھ بول ہی اٹھے اور بدقسمتی سے وہی بول اٹھے جو دیوبندی مولویوں کا عقیدہ ہے۔ واقعہ یوں ہوا کہ حضرت محدث صاحب قبلہ نے دوران تقریر فرمایا کہ ہمارے عہد حاضر میں بے شمار باطل فرستے پیدا ہو گئے ہیں کوئی فرقہ تبلیغ کرتا ہے کہ ہر کس و نا کس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھائی کہے، کتے فرستے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کے فتنوں سے بچائے نصیحت شب کے قریب یہ نوزانی جلسہ ختم ہوا اور ختم ہوتے ہی مولوی محمد نذیر غاضل دیوبندی سرود قد کھڑے ہو گئے اور بولیں بولے کہ آپ نے نبی کریم کو بھائی بنانے سے رد کیا ہے اور حضور کی توہین کرنے والوں کے عقیدوں کو باطل کہا ہے مجھے اس سے انکار ہے کیا آپ اپنا دعویٰ ثابت کر سکتے ہیں اس پر حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا آپ جو کچھ کہتے ہیں لکھ کر دیجئے اور مجھ سے تحریری جواب لیجئے چنانچہ مولوی محمد نذیر نے حسب ذیل تحریر لکھ کر دی۔

## نقل چیلنج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج مورخہ ۳۱ جنوری ۱۴۲۵ھ بوقت ۱۱ بجے شب بعد ختم جلسہ وعظ میں نے کہا کہ جو آپ نے فرمایا کہ بہت سے فرستے باطل ہیں کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی بناتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں تو میں نے کہا کہ اگر وہ فرقہ باطلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور ان کا عقیدہ باطل ہے تو اس کے بطلان کو ثابت

کر میں دیوبندیوں کے نزدیک ہم اپنے علماء میں جس کو چاہیں گے تیار کر میں گے۔ کیا آپ ان سے مناظرہ کے لیے تیار ہیں بقلم محمد نذیر ساکن خیر آباد رحمت اللہ۔

مولوی محمد نذیر دیوبندی کے اس چیلنج کو حضرت محدث صاحب قبلہ نے قبول فرما کر فوراً حسب ذیل جواب تحریر فرمادیا۔

## نقل جواب چیلنج از حضرت محدث صاحب قبلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمدؐ و فصلی علی رسولہ الکریم  
ہر وہ شخص جس کا عقیدہ ہو کہ سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھائی ہیں اور حضور کو اپنا بھائی کہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے۔ اس کا عقیدہ باطل ہے میں اس سے مناظرہ کرنے کیلئے بالکل تیار ہوں جو اس عقیدے کے پیرو ہیں اور آپ کا چیلنج مناظرہ منظور کرتا ہوں۔

سید محمد غفر اللہ ساکن کچھ پچہ شریف

ضلع فیض آباد

ناظرین غور فرمائیں کہ اس میں صرف دو موضوع بحث کا ذکر ہے یعنی جو شخص حضور کو اپنا بھائی کہے اس سے حضرت محدث صاحب قبلہ مناظرہ کے لیے تیار ہیں دو سگریہ کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے حضرت محدث صاحب کے نزدیک اس کا عقیدہ باطل ہے اور اس سے وہ مناظرہ کے لیے بالکل تیار ہیں۔ مناظرہ کیوں نہ ہوا۔ اس کا حشر کیا ہوا یہ تو بعد میں خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ پہلے ناظرین

مولوی نذیر دیوبندی کچھ بول ہی اٹھے اور بد قسمتی سے وہی بول اٹھے جو دیوبندی مولویوں کا عقیدہ ہے۔ واقعہ یوں ہوا کہ حضرت محدث صاحب قبلہ نے دوران تقریر فرمایا کہ ہمارے عہد حاضر میں بے شمار باطل فرستے پیدا ہو گئے ہیں کوئی فرقہ تبلیغ کرتا ہے کہ ہر کس و نا کس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھائی سمجھے۔ کتے فرستے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کے فتنوں سے بچائے نصف شب کے قریب یہ لڑائی جلسہ ختم ہوا اور ختم ہوتے ہی مولوی محمد نذیر غاضل دیوبندی سرودہ کھڑے ہو گئے اور یوں بولے کہ آپ نے نبی کریم کو بھائی بنانے سے روکا ہے اور حضور کی توہین کرنے والوں کے عقیدوں کو باطل کہا ہے مجھے اس سے انکار ہے کیا آپ اپنا دعویٰ ثابت کر سکتے ہیں اس پر حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا آپ جو کچھ کہتے ہیں لکھ کر دیجئے اور مجھ سے تحریری جواب لیجئے چنانچہ مولوی محمد نذیر نے حسب ذیل تحریر لکھ کر دی۔

## نقل چیلنج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج مؤرخہ ۳۱ جنوری ۱۹۳۵ء بوقت ۱۱ بجے شب بعد ختم جلسہ وعظ میں نے کہا کہ جو آپ نے فرمایا کہ بہت سے فرستے باطل ہیں کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی بناتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں تو میں نے کہا کہ اگر وہ فرقہ باطلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور ان کا عقیدہ باطل ہے تو اس کے بطلان کو ثابت

کریں۔ دیوبندیوں کے نزدیک ہم اپنے علماء میں جس کو چاہیں گے تیار کر دیں گے۔ کیا آپ ان سے مناظرہ کے لیے تیار ہیں بقلم محمد نذیر ساکن غیر آباد رحمت اللہ۔

مولوی محمد نذیر دیوبندی کے اس چیلنج کو حضرت محدث صاحب قبلہ نے قبول فرما کر فوراً حسب ذیل جواب تحریر فرمادیا۔

## نقل جواب چیلنج از حضرت محدث صاحب قبلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمدؐ و نصرتی علی رسولہ الکریم  
ہر وہ شخص جس کا عقیدہ ہو کہ سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھائی ہیں اور حضور کو اپنا بھائی کہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے۔ اس کا عقیدہ باطل ہے میں اس سے مناظرہ کرنے کیلئے بالکل تیار ہوں جو اس عقیدے کے پیرو ہیں اور آپ کا چیلنج مناظرہ منظور کرتا ہوں۔

سید محمد غفر اللہ ساکن کچھ پچہ شریف

ضلع فیض آباد

ناظرین غور فرمائیں کہ اس میں صرف دو موضوع بحث کا ذکر ہے یعنی جو شخص حضور کو اپنا بھائی کہے اس سے حضرت محدث صاحب قبلہ مناظرہ کے لیے تیار ہیں دوسرے یہ کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے حضرت محدث صاحب کے نزدیک اس کا عقیدہ باطل ہے اور اس سے وہ مناظرہ کے لیے بالکل تیار ہیں۔ مناظرہ کیوں نہ ہوا۔ اس کا حشر کیا ہو ایہ تو بعد میں خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ پہلے ناظرین



چیلنج اور منظوری چیلنج سے دیوبندیوں کا عقیدہ سمجھ لیں کہ دیوبندی مولوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہتے ہیں اور حضور کی توہین کرنے والے کا عقیدہ باطل نہیں جانتے اسی لئے تو مولوی محمد نذیر دیوبندی نے اس تحریر کو اپنے چیلنج کا صحیح جواب سمجھا ورنہ کہتے کہ حضور کی توہین کرنے والے کا عقیدہ ہم بھی باطل جانتے ہیں۔ ہم اس پر مناظرہ نہیں کرتے اور یہ عقیدہ صرف مولوی محمد نذیر خیر آبادی ہی کا نہیں بلکہ سارے ہندوستان کے دیوبندیوں کا یہی عقیدہ ہے۔ کیونکہ یکم فروری ۱۹۳۵ء کو صبح آٹھ بجے مولوی شکر اللہ و مولوی نعمت اللہ و مولوی محمد بشیر والد مولوی محمد سعید صاحبان یہ مبارک پور کے تمام دیوبندی مولوی خیر آباد پہنچے اور مولوی شکر اللہ صاحب کے علاوہ سب حضرت محدث صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے چیلنج اور منظوری چیلنج دونوں تحریریں بغور پڑھیں اور اس پر مناظرہ کے لئے آمادہ ہوئے۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ سب دیوبندی مولوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہتے ہیں اور حضور کی توہین کرنے والے کا عقیدہ باطل نہیں جانتے بلکہ اس کو خوش عقیدہ جانتے ہیں۔

اسی موضوع پر حضرت محدث صاحب سے مناظرہ کرنے کیلئے مولوی منظور سنبھلی و مولوی ابوالوفاء شاہ جہا پوری و مولوی محمد قاسم شاہ جہا پوری آئے لہذا ان کا بھی یہی عقیدہ ہوا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہے اور حضور کی توہین کرے اس کا عقیدہ باطل نہیں وہ خوش عقیدہ ہے اور یہ تینوں تمام دیوبندیوں کے نمائندہ ہیں اس سے ثابت ہوا کہ تمام دیوبندی مولویوں کا یہی عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ تو دیوبندیوں کا پرانا ہے۔ اسی لئے اکابر دیوبند کی کتابیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے لبریز ہیں۔ مگر دیوبندی اپنے اس عقیدہ کو عوام سے چھپا یا کرتے تھے لیکن

نہاں کے ماند آں را ز کز و سازند مغلہا۔ اس خیر آبادی چیلنج اور دیوبندی مولویوں کی اس پر مناظرہ کی تیاری نے بالکل صاف کر دیا کہ دیوبندی مولویوں کے نزدیک حضور کی توہین کرنا کوئی جرم نہیں بلکہ حضور کی توہین کرنے والا ان کے نزدیک خوش عقیدہ ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ مسلمان آگاہ ہوں اور بنظر انصاف غور کریں کہ دیوبندی اپنے ان عقیدوں کی بنا پر اسلامی نقطہ نظر سے کون ہیں۔ اسی موقع پر جناب شیخ عظیم اللہ صاحب ناظم مدرسہ اہل سنت مصباح العلوم نے ایک اشتہار بعنوان دیوبندی مولویوں کا عقیدہ شائع کیا تھا اس میں دیوبندیوں کے مذکورہ بالا عقیدہ سے مسلمانوں کو آگاہ کیا تھا اور یہ خیر آبادی چیلنج اور حضرت محدث صاحب کا یہ جواب شائع کیا تھا اور بقلم جلی لکھا تھا کہ نقل چیلنج اور جواب چیلنج دونوں مطابق اصل ہیں غلط ثابت کر دینے پر پانچ سو روپیہ انعام مگر پانچ سال گزرے کسی دیوبندی کو جمال و مغزوں نہ ہوئی۔ میں پھر اعلان کر رہا ہوں اور پانچ سال کا وقت اور دیتا ہوں جو شخص نقل چیلنج اور جواب چیلنج کو خلاف اصل ثابت کرے پانچ سو روپیہ انعام۔ چیلنج کی اصل تحریر اہل سنت مصباح العلوم کے دفتر خاص میں محفوظ ہے۔

اس چیلنج کی حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کا عقیدہ باطل ہونا ثابت کر دے۔ اس پر مناظرہ کرنے کے لئے تو ہر وقت ہر مسلمان تیار ہے۔ چہ جائیکہ محدث صاحب قبلہ حضرت قبلہ نے بلا تردد فوراً منظوری کی تحریر دے دی تھی۔ خیر آباد کا وہ مجمع اس پر شاید ہے لہذا یہ کہنا کہ مولوی کچھ چھوٹی صاحب نے پہلے تو لطافت جیل سے مناظرہ کی بلا کو اپنے سر سے مالتا چلا۔ یہ دیوبندی رہبر کا جھوٹا خبر گیارہ ہے۔

سایہ کہ اس پر مناظرہ کیوں نہ ہوا تو یہ خود چیلنج ہی بتا رہا ہے۔ کیونکہ یہ چیلنج دنیا سے اسلام میں وہ سنگین جرم ہے۔ کہ جب میدان مناظرہ میں اس کا اظہار ہوتا تو دیوبندی مذہب کی حقیقت کھل جاتی۔ بلا اشتہار تمام مسلمان چیلنج دہندہ اور اس کے مناظرین اور معاندین پر بلا تامل لعنت کرتے اور معلوم نہیں کیا کرتے۔ دیوبندیوں کو یہی سوچ گئی کہ اگر اس پر مناظرہ ہوا تو نیچے سے اوپر تک سبھی کا ارتداد ثابت ہو جائے گا اور پھر اسلامی دنیا میں منہ نہ دکھاسکیں گے اسی لئے مناظرہ سے پہلو تہی کی شرائط مناظرہ میں فرقہ دیوبندی کی طرف سے ہر جہہ خریجہ کے ذمہ دار مولوی نعمت اللہ صاحب مبارک پوری ہوئے اور اہل سنت کی طرف سے ہر جہہ و خریجہ اور جلسہ مناظرہ کے حفظ امن کے ذمہ دار شیخ محمد امین صاحب رئیس مبارک پور قرار پائے اور یہ طے ہوا کہ مولوی محمد نذیر شیخ محمد امین صاحب کے ہمراہ تھانہ مبارک جا کر پولیس کو مطمئن کر دیں کہ ہم امن پسندی کے ساتھ مذہبی مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی محمد نذیر ۲۲ فروری کو آئے تو داروغہ صاحب موجود نہ تھے لہذا یہ طے ہوا کہ کل ۳ فروری صبح سات بجے آکر مطمئن کر دیں ۳ فروری کو مولوی نذیر کا پتہ ہی نہ چلا۔ اور مولوی شکر اللہ و مولوی نعمت اللہ وغیرہ نے تھانہ میں جا کر مناظرہ کی تمام ذمہ داریوں سے کانون پر ہاتھ رکھ کر صاف انکار لکھ دیا اور مولوی نعمت اللہ نے لکھا کہ میں نے نذیر کے کہنے سے ان کے علما کے صرف خریجہ کی ذمہ داری لی ہے یعنی ذمہ داری کے انکار کے ساتھ ہر جہہ کا بھی انکار کر دیا یہ ان کے بڑھاپے پر دیوبندی مولویت کے خضاب کی برکت ہے۔ ناظرین غور فرمائیں اس سارے دیوبندی کنبہ نے ادھر تو کانون پر ہاتھ رکھ کر پولیس کو غیر مطمئن کیا اور ادھر مطمئن

کرنے والے مولوی محمد نذیر کو معذور الخیر کر دیا اور پہلو تہی و گریز کے کہتے ہیں شیخ محمد امین صاحب ۳ فروری کو ۱۲ بجے تھانہ میں مولوی محمد نذیر کا انتظار کر کے ان کی تلاش میں خیر آباد پہنچے۔ وہاں بھی پتہ نہ چلا تو ان کو خط لکھ کر وعدہ یاد دلایا اپنا انتظار کرنا اور خیر آباد جانا تحریر کیا۔ اور لکھا کہ آپ جا کر فروری کو صبح سات بجے تشریف لا کر حسب وعدہ قانونی فرائض منصبی کو انجام دیں۔ ورنہ بعد گزر جانے وقت کے مجبوراً آپ کے خلاف حاکم پر گنہ صاحب کے یہاں درخواست کرنی پڑے گی اس وقت تنہا تمام باتوں کے ذمہ دار قرار دیئے جائیں گے اس خط کو آپ کی خدمت میں جناب عبدالرحمن و علی احمد صاحبان کے فریادہ دانہ کرتا ہوں۔ رسید سے مطلع فرمائے گا۔ محمد امین انصاری صدر مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ۳ فروری ۱۹۳۵ء۔ اس خط کے بھیجنے پر بھی جب مولوی محمد نذیر دم بخود ہی رہے اور ۴ فروری کو بھی نہ آئے۔ رہے ان کے مبارک پوری دوست تو وہ ۳ فروری کو تھانہ میں جا کر کانون پر ہاتھ رکھ کر پولیس کو غیر مطمئن کر ہی آئے تھے پھر یہ کہنا کہ مولوی محمد نذیر صاحب خیر آبادی اور آپ کے بعض مبارک پوری دوستوں نے پوری دیانت داری کے ساتھ مناظرہ کی تیاری شروع کر دی۔ مقام الحدید صا یہ دیوبندی دہیر کا جھوٹ نمبر ۱۲ ہے۔

جب ۴ فروری گزر گئی اور محمد نذیر صاحب چیلنج دہندہ کسی طرح ہاتھ ہی نہ آئے اور مناظرہ سے جھاگتے ہی پھر سے تو جناب شیخ محمد امین صاحب نے اپنی ۳ فروری کی تحریر کے مطابق حاکم پر گنہ کو واقعات کی اطلاع دیتے ہوئے درخواست کی کہ فریق ثانی کو طلب کر کے دریافت کیا جائے کہ وہ اس موضوع پر مناظرہ چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ مناظرہ پر



تیار ہوں تو ان سے ان کی جماعت کے متعلق حفظ امن کی ذمہ داری لی جاسے اور حضور خود مجلس مناظرہ کی صدارت قبول فرمائیں اور مشترکہ درخواست فریقین سے کر پولیس کو حکم انتظام کا دیا جائے اور اگر مولوی شکر اللہ مولوی نعمت اللہ مولوی محمد نذیر صاحبان مناظرہ سے گریز کرنا چاہتے ہیں تو ان سے اس کے متعلق تحریر سے لی جاسے اور ہدایت کی جاسے کہ آئندہ جعفری جماعت کی مجالس وعظ میں آکر رخصت اندازی نہ کریں۔

فدوی محمد امین ساکن مبارکپورہ فروری ۱۹۳۵ء  
حاکم پرگنہ صاحب نے دیوبندی مولویوں کو طلب کر کے دریافت کیا۔ سب کے سب تمام ذمہ داریوں سے کاٹوں پر ہاتھ رکھ گئے اور تحریریں لکھ دیا۔ مولوی شکر اللہ صاحب کی درخواست کا پہلا ہی نمبر ہے ہم سب قابلِ زبانی مناظرہ ہیں۔ نہ اس کے خواہش مند ہیں۔ مناظرہ کی بنیاد بہ تحریک و ایما محمد امین محل میں آئی ہے۔ واقعات مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ مولوی شکر اللہ کی یہ کذب بیانی ہے کہ مناظرہ کی بنیاد بہ تحریک و ایما محمد امین محل میں آئی ہے کیا شیخ محمد امین صاحب نے مناظرہ کا پیسلیج دیا تھا یا مولوی محمد نذیر سے کہا تھا کہ پیسلیج دے دو پھر محمد امین صاحب کی تحریک و ایما کہنا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ مولوی محمد نذیر صاحب پیسلیج دہندہ نے اپنی درخواست کے نمبر دو میں لکھا اور مناظرہ منفقہ ۱۱ فروری ۱۹۳۵ء ملوئی فرما دیا جاسے۔ جب دیوبندیوں اور ان کے سرغنہ مولوی شکر اللہ صاحب نے مناظرہ سے صاف انکار کر دیا اور پیسلیج دینے والے نے خود التوائے مناظرہ کی درخواست دے دی تو اب کوئی کوشش ہی کارآمد نہیں ہو سکتی اور کسی قاعدہ سے مناظرہ ہو ہی نہیں سکتا لہذا حاکم پرگنہ نے حکم امتناعی جاری کر دیا اس کو شیخ محمد امین صاحب کے سر تعویظ اور

یوں کہنا کہ حکام نے جب دیکھا کہ ذمہ داری لینے والا خود ہی خطرہ محسوس کر رہا ہے اور ذمہ داری سے سبکدوش ہو رہا ہے تو انہوں نے حکم امتناعی جاری کر دیا۔ یہ رہبر صاحب کا جھوٹ نمبر ۱۳ ہے۔

جب دیوبندیوں نے التوا کی درخواست دے کر مناظرہ بند کر دیا تو ان کو اطمینان ہو گیا کہ اب مناظرہ نہیں ہو سکتا۔ اور ناشکی دانت دکھانے کے لیے مولوی منظور سنبھلی اور مولوی ابوالوفا اور مولوی محمد قاسم شاہچانپوری کو بلا لیا اور یہ لوگ اہل سنت کے جلسے میں آدھیکے مناظرہ کا خوف تو پہلے ہی سے جاتا رہا تھا اطمینان تھا کہ مناظرہ نہ ہوگا۔ اس لیے مولوی منظور صاحب نے ایک تحریر بھی لکھ دی۔ ادھر پولیس سے پہلے ہی ساز باز کر چکے تھے کہ ہمیں ڈر سا موقع دے دینا اور فرقی مقابل کو جواب سے روک دینا اور اگر ایسا نہ کرتے تو دیوبندی صاحب الحکم حاکم پرگنہ صاحب اہل سنت کے جلسہ میں بول ہی نہ سکتے تھے یہ اسی اندرونی سازش کا کرشمہ تھا کہ جب حضرت محدث صاحب قبلہ نے جواب لکھنا شروع کیا اور ابھی پورا بھی نہ ہوا تھا کہ اجد علی ہیڈ کاسٹیل نے (جن کو دیوبندی اکثر پان کھلا دیا کرتے تھے) کھڑا ہو کر کہا کہ ہرگز کوئی تحسیر نہیں دی جاسکتی حضرت محدث صاحب قبلہ نے جواب دیا کہ جو تحریر آئی ہے اس کا جواب ضرور دیا جائے گا۔ اسے میں نائب داروغہ لاجپت رائے جن سے دیوبندیوں کے خاصے تعلقات تھے آتے پہنچے۔ ابستہ جلسہ سے داروغہ کے آنے تک جناب شیخ محمد امین صاحب جلسہ گاہ میں موجود تھے لہذا یہ کہنا حتیٰ کہ رضا خانیت کے صدر محمد امین صاحب نائب سپرکٹر کو پولیس کی بھاری جمعیت کے ساتھ سے کر میدان مناظرہ میں آ پہنچے۔ یہ رہبر صاحب کا جھوٹ نمبر ۱۴ ہے۔

داروغہ صاحب نے آتے ہی حکم نافذ کیا کہ جاسین سے کسی قسم کی

تحریری یا تقریری گفتگو نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت محدث صاحب نے ارادہ سے فرمایا کہ اکی ہوئی تحریر کے جواب سے ہمیں دو کتاہم پر ظلم ہو گا اور جوابی تحریر دینے کے لیے بہت زور دیا۔ مگر دارودہ نے نہایت نرم لہجہ میں حضرت کو وہی حکم سنایا اور تحریر دینے پر راضی نہ ہوا اس کو مسج کے حضرت محدث صاحب کا یہ قول بتانا دراصل ہم مناظرہ نہیں کرنا چاہتے ہیں بلکہ جلسہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ دیوبندی رہبر کا جھوٹا نمبر ۱۵ ہے۔

غرضیکہ دیوبندیوں کی مراد پوری ہوئی۔ پولیس نے مناظرہ ہونے دیا نہ تحریر دینے دی۔ لیکن حضرت محدث صاحب قبلہ نے موضوع مناظرہ پر وہ مدلل تقریر فرمائی وہ لورانی بیان فرمایا اور دیوبندیوں کا ایسا دکا کہ دیوبندیوں کے مایہ ناز مناظرین بھی مہبوت ہو گئے۔ دم کشیدہ بیٹھے ہی رہے۔ مجال دمزدن نہ ہوئی۔ بارہ بجے حضرت محدث صاحب قبلہ نے تقریر ختم کی اور دعا پر جلسہ ختم کر دیا۔ حاضرین جانے لگے حضرت قبلہ بھی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ اس کو یوں تعبیر کرنا کہ مولانا منظور صاحب کے یہ الفاظ ختم ہونے ہی زیادہ تھے کہ مولوی سید محمد صاحب اپنے مالی حوالیوں کو لے کر چلے گئے۔ اور بس چلے بنے کیسی حیا سوز حرکت ہے! یہ کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کو دیوبندیوں نے اپنے جلسے میں بلایا حضرت نہ تشریف لے گئے اس کی وجہ یہ ہے کہ بددینوں دیوبندیوں کے جلسے میں شرکت ہی کب جائز ہے۔ حدیث میں لائق السوہم واروہے علماء اہل سنت کی یہی شان ہے کہ ایسے جلسوں میں ہرگز شریک نہ ہوں یہ کہنا کہ مولوی منظور کی تقریر سے بہت سے وام افتادہ رضا خانیت سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو کر راہ راست پر آ گئے۔ یہ رہبر کا جھوٹا نمبر ۱۶ ہے۔ رہبر صاحب نے ان توبہ کرنے والوں کی جہیزت نہیں کھنی ان کیلک

حکوتوں اور کذب بیانیوں سے اگر دیوبندی اپنی حقانیت مجھانا چاہتے ہوں تو اسی غیر آبادی چیلنج پر مناظرہ کے لیے تیار ہو جائیں اور صرف اپنی جماعت کی ذمہ داری لے لیں پھر خواہ ان کا منظور ہو یا نا منظور سب کے حواس درست کر دیے جائیں گے

یوں تو تمام علماء اہل سنت دیوبندیوں کے لیے لاجول کا اثر رکھتے ہیں مگر خصوصیت کے ساتھ حضرت شیر بشیر سنت قاطع شہ بخدیت مولانا محمد شمس علی خاں صاحب لکھنوی دامت برکاتہم تو ان کی موت میں جہاں یہ شیر پہنچا۔ دیوبندیوں کی روح پرواز ہوئی۔ مسلمانان مبارک میں جب جذبہ ایمانی اور جو شس اسلامی نے اور زیادہ ترقی کی تو ان کی تمنائیں اور آرزوئیں اپنے دینی پیشوا و مذہبی مقتدا حضرت ممدوح کی طرف متوجہ ہوئیں کہ حضرت شیر سنت غلام کے لورانی عرفانی بیانات طیبات سے اپنے ایمانی افراد کو جگمگائیں اور آپ کی زبان فیض تر جہان سے دیوبندیوں کا رو بلیغ نہیں لہذا حضرت مدظلہ کو تشریف آوری کی تکلیف دی چنانچہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ بوقت ۱۱ بجے دن کو حضرت ممدوح مبارک پور روٹی افروز ہوئے مسلمانان مبارک پور نے اپنے دینی پیشوا کا نہایت شاندار استقبال کیا۔ تین روز حضرت ممدوح مدظلہ نے وہ لورانی عرفانی بیانات فرمائے کہ قلوب سامعین منور ہوئے اور دیوبندیوں کا وہ رو بلیغ کیا کہ گورنران یونینیت میں سنسنا کر دیا۔

آپ نے مسلمانوں کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی غلامی کی دعوت دی اور فرمایا کہ رسول کے بندے جو حضرت ممدوح نے اس لفظ بندہ کی تشریح بھی فرمادی کہ بندہ کے معنی غلام کے ہیں مشترک لفظ کی مثالیں دیکر بھی واضح کر دیا۔ مطلب بھی خوب سمجھا دیا کہ رسول کے غلام بنو اور سامعین



کو کوئی شائبہ باقی نہ رہا۔ حضرت شیر سنیّت مدظلہ کی ایمان افروز تقریروں نے مسلمانوں کے دلوں میں آفاقی و عالم محبوب رب اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے انوار بکھگادے اور مسلمانوں کو دیوبندیوں سے اور زیادہ متنفر کر دیا۔ لہذا دیوبندیوں نے اس تقریر منیر پر بہت سے ہتھان باندھے۔ جن میں سے رہبر صاحب نے اپنے مواقع میں عرف پانچ ذکر کئے۔

۱۔ ہم حسد کی بندگی کے لیے نہیں پیدا کئے گئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کے لیے پیدا کئے ہیں۔ مواقع الحدید ص ۱۳۱ یہ دیوبندی رہبر کا ہتھان نمبر ۱۷ ہے۔

۲۔ جو رسول کا بندہ نہیں وہ شیطان کا بندہ ہے۔ اس کی تشریح حضرت موصوف نے خود فرمادی تھی کہ جو رسول کی غلامی سے انکار کرے وہ شیطان کا بندہ ہے لہذا صرف اس کو ذکر کرنا اور اس کی تشریح سے آنکھیں بند کر لینا فریب کاری اور دھوکہ بازی ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی دیوبندی قرآن مجید کی آیت لا تقربوا الصلوة سے یہ نتیجہ نکالے کہ نماز پڑھنا منع ہے اور دانتم سکرائی سے آنکھیں بند کر دے۔

۳۔ اگر حسد کے بندے ہو گئے تو دوزخ کا کھٹکا رہے گا کیونکہ اسکے پاس دوزخ اور جنت دونوں میں اور اگر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے ہو گئے تو دوزخ کا کھٹکا نہیں کیونکہ ان کے پاس صرف جنت ہے۔ مواقع الحدید ص ۱۸۱ یہ دیوبندی رہبر کا افتران نمبر ۱۸ ہے۔

۴۔ ابو جہل اور ابولہب خدا کے بندے بنے مگر دوزخ میں گئے اور ابوبکر و عمر و حسن کے بندے بنے اس لیے جنت میں گئے۔ مواقع الحدید ص ۱۹۱ یہ رہبر کا افتران نمبر ۱۹ ہے۔

۵۔ از اول تا آخر نماز میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تصور ہو دیوبندی رہبر کا ہتھان عظیم نمبر ۲۰ ہے۔ دیوبندیوں نے ان افتران پر دانیوں سے حوام کو بہت بہکانا چاہا اور حضرت ممدوح سے بدظن کرنے کی بے جا کوشش کی مگر کوئی بھی پھندے میں نہ آیا آنکھ دیکھے اور کان سننے کو کون بھلا سکتا ہے سارے قصبہ نے اپنے کانوں سے وہ تقریر منیر سنی تھی سب کو یاد تھا کہ حضرت شیر سنیّت نے یہ کہا کہ رسول کے غلام بنو، اور یہ ہر یوں کا ایمان ہے۔ اس سے انکار تو صرف بد دین دیوبندیوں کو ہو سکتا ہے جب اس طرح دال نہ لگی اور دیکھا کہ حضرت مولانا محمد شمس علی خان صاحب کے لورانی بیانات نے مسلمانوں کے قلوب کو ایسا مسخر کر دیا ہے کہ افتران ہتھان کا جادو کارگری نہیں ہوتا تو فساد وقتہ کی سازشیں شروع کر دیں۔ ایسی مسجدیں جن میں مصلی غلو اور امام سنی تھے۔ دیوبندی جھگڑا پیدا کرنے لگے۔ سنی امن پسند اپنی امن پسندی سے دخل کر تے رہے۔ چنانچہ ۱۸۰۱ء اور ۱۸۳۵ء کو محسد پورہ دانی ہاشمی بابا کی مسجد میں جناب حاجی دلی اللہ صاحب کی امامت کے متعلق دیوبندی جماعت کی طرف سے جھگڑا شروع ہو کر رک گیا پھر ۲۰ مارچ ۱۹۳۵ء کو محلہ پورہ صوفی مسجد متصل پکھڑ جناب مولوی حکیم محمد عمر صاحب کی امامت کے متعلق دیوبندیوں نے جھگڑا کیا اور ۲۱ مارچ کو سنی اپنی امن پسندی سے ذب گئے اور وہ مسجد ہی چھوڑ دی بلکہ اسی محلہ میں اپنی دوسری مسجد تعمیر کی۔ سنیوں کی اس امن پسندی سے دیوبندی جماعت کا حوصلہ بڑھ گیا۔ سمجھ لیا کہ اب سنیوں کی مسابہ بر قصبہ کرنا کوئی بات ہی نہیں ہم جھگڑا کرتے جائیں گے اور سنی امن پسند مسجدیں چھوڑتے جائیں گے چنانچہ ۲۴ مارچ کو جامع مسجد راجہ صاحب جو بلا شرکت غیر اہل سنت کی مسجد ہے چڑھائی کر دی اور مغرب کے وقت جب کہ اہل سنت کی جماعت قائم ہو چکی تھی۔ چار پانچ دیوبندیوں

نے اپنی جماعت علیحدہ شروع کر دی دیوبندیوں کی اس حرکت سے سنیوں کو سخت ناگوار ہوا۔ بعد نماز ان کو ڈانٹا دیوبندی بھاگ گئے پھر ۲۸ مارچ ۱۹۳۵ بروز جمعہ بوقت مغرب محلہ پزانی مسجد بیوکھل کی مسجد میں پیش امام سنی اور مصلیٰ مخلوط تھے۔ دیوبندیوں نے پیش امام صاحب پر اعتراض کیا اور حاجی محمد اکبر دیوبندی نے سنیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ مولوی شمس علی صاحب نے بیان کیا ہے کہ رسول کی بندگی کرو۔ سنیوں نے جواب دیا کہ حضرت مولانا پر تہارا بہتان ہے اس میں بات بڑھ گئی۔

ان تاریخی واقعات کی روشنی میں بالکل ظاہر ہے کہ فساد کے بانی اور فتنہ کے سوجد صرف دیوبندی ہیں۔ لہذا اس فساد کی نسبت حضرت مولانا محمد شمس علی خاں صاحب مدظلہ کی طرف کرنا اور یہ کہنا کہ مولوی شمس علی خاں صاحب کی تفسیر کا خود غلام متدعین پر یہ اثر پڑا تو آپ نے اپنی عادت سمرہ کے مطابق اپنی خصوصی مجالس میں اپنے ہوا خواہ مسند پر دواڑوں کو فتنہ و فساد کی تلقین کی۔ مقام احمدیہ ص ۱۵۰۔ دیوبندی رہبر کا بہتان عظیم نمبر ۶۱ ہے۔ دیوبندی تو آدہ فساد تھے ہی۔ سنی بھی آخر تک تک خاموش رہتے لہذا بعد نماز مغرب فساد شروع ہو گیا۔ دونوں جماعتوں کے نوجوان لاطیوں سے مسلح موقع پر پہنچے۔ اور سنیوں نے دیوبندیوں کے ٹھکانوں کو مار کر گرا دیا اور دیوبندی گھروں میں گھس گئے۔ سنی نوجوانوں نے بہت غیرت دلائی جو باہر نکلیں مگر نہ نکل سکے۔ اور اندر سے اینٹیں چلانے لگے دو تین سنی اینٹوں سے زخمی بھی ہو گئے اور تھوڑی دیر انتظار کر کے اپنے اپنے مکان واپس چلے گئے اور مطمئن ہو گئے مگر دیوبندیوں نے جو اپنے مدرسہ میں جمع تھے۔ انہوں نے لوبیا اور مختلف قرب و جوار کے دیوبندیوں کو جمع کر کے جوش دلا دیا۔ اور ایک گھنٹہ کے بعد تقریباً ڈھائی سو دیوبندی لاطی اور تھم سے مسلح ہو

کر محلہ پرہ خضر کی طرف روانہ ہوئے سنیوں کو جب معلوم ہوا تو پچاس نوجوان ان کے مقابلے کے لیے گئے۔ اور بفضلہ تعالیٰ سات آٹھ دیوبندیوں کو مار کر گرا دیا اور دیوبندی لٹھ باز اپنی جماعت کے گھروں میں چھپ گئے وہاں بھی بہت غیرتیں دلائیں مگر برآمد نہ ہوئے۔ اور دیوبندی جماعت کے اسرار طیب نے ہاتھ جوڑ کر مجمع کو بتایا۔ سنی اپنے اپنے مکان واپس آئے اور رات کو اطمینان کے ساتھ سوئے۔ یہ عجیب پر کیف ہنگامہ تھا جس وقت نوجوان اہل سنت لغزہ بکھیر و لغزہ رسالت بلند کر کے حملہ کرتے تھے سارا قصبہ گونج اٹھا تھا۔ دیوبندیوں کے دل دہل جاتے تھے رات کا وقت تھا۔ سنیوں کا امتیازی لغزہ یا رسول اللہ! دیوبندی جب گرتے تو جان بچانے کے لیے کہتے کہ میں دیوبندی نہیں ہوں۔ سنی ہوں۔ مجھے چھوڑ دو۔ نوجوانان اہل سنت اس سے یا رسول اللہ کہلاتے۔ جب کہنا چھوڑ دیتے بہت سے دیوبندیوں نے اسی طرح یا رسول اللہ کہہ کر اس رات اپنی جان بچائی۔ صبح کو بظاہر قصبہ میں نہایت سکون معلوم ہوتا تھا۔ مگر دیوبندیوں کو اپنی رات کی شکست اور بالخصوص ان کے سر پر آدہ لوگوں میں محمد سعید گریست کے گھروں کے پٹنے اور ان کے سردار طیب گریست کی ذلت نے بہت بے چین کر دیا تھا اس لیے انہوں نے رات بھر تیاری کی اور اینٹیں توڑ توڑ کر اپنے مدرسہ احیاء العلوم میں انبار لگا دیا۔ جمعہ کے وقت چونکہ بظاہر سکون تھا اس لیے مسلمانان اہل سنت بلا کسی تیاری کے اپنی جامع مسجد راجہ صاحب پر نماز جمعہ ادا کرنے گئے۔ عالی جناب شیخ محمد امین صاحب رئیس قصبہ ۲۶ مارچ سے چونکہ سنت بیاہر تھے اس لیے جامع مسجد نہ جاسکے آپ کو قریب ایک بجے خبر ملی کہ چار پانچ سو آدمی دیوبندیوں کے مدرسہ میں جمع ہیں اور سنیوں کی بے خبری میں نماز جمعہ سے واپسی میں حملہ کرنا



چاہتے ہیں۔ جناب شیخ محمد امین صاحب نے سنیوں کو جامع مسجد میں یہ اطلاع پہنچائی مگر مسلمان یہ سمجھے ہوئے تھے کہ دوسرے کے بھاگے اور پٹے ہوئے کیا بہت کریں گے اسی خیال سے اس خبر سے کچھ اثر نہ لیا اور خسالی ہاتھ پیٹے آئے۔ دیوبندیوں کو اپنے اس خفیہ سامان اور آدمیوں کی کثرت پر بڑا ناز تھا جب دیکھا کہ مسلمانان اہل سنت نماز جمعہ ادا کر کے خالی ہاتھ واپس ہو رہے ہیں تو اپنے مدرسہ سے لاطیوں اور قلم اور بورڈوں کے اندر اینٹیں بھر کر باہر نکل پڑے اور عبدالحق سنی رضوی جن کا مکان دیوبندیوں کے پڑوس ہے یہ سمجھ کر عبدالحق تنہا مکان کے اندر رہے مکان گھیر لیا اور مکان پر اینٹیں پھینکنا شروع کیں یہی صورت غریب اللہ سنی کے مکان پر ہوئی دو تین سنی نوجوان جو نماز جمعہ ادا کر کے واپس آ رہے تھے جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے تنہا موقع پر پہنچنے کی کوشش کی۔ مگر دیوبندی جماعت اینٹوں کی بارش کر رہے تھے۔ جب یہ خبر قصبہ میں مشہور ہوئی اور سنی محلے تو باوجود یہ کہ اینٹوں کی بارش ہو رہی تھی مگر نوجوانان اہل سنت غرہ یا رسول اللہ بلند کرتے ہوئے بھیڑ میں کود پڑے۔ حمایت الہی اور حفاظت محمدی کا وہ سہلوہ کہ باوجود اینٹوں کی بارش اور برچھے اور بلغم کی تیاریوں کے ان نوجوانان اہل سنت کے خراس بھی تو نہ آئی۔ اسی محلہ میں ادھر خلیفہ محمد بن جی جن کا مکان مولوی شکر اللہ صاحب دیوبندی جماعت کے سرغنہ کے پڑوس میں ہے نماز جمعہ ادا کر کے تنہا واپس آ رہے تھے مولوی شکر اللہ اور ان کے ساتھیوں نے ان کو خالی ہاتھ پاکر لاطیوں سے مضروب کیا۔ برچھے بھالوں سے سر میں زخم لگا سنے ادھر نوجوانان اہل سنت بھی اسی موقع پر پہنچ گئے اور اپنی جماعت کے آدمی کو ایسا سخت مضروب دیکھ کر انتہائی جوش کی لہر دوڑ گئی اور یکایک ٹوٹ پڑے اور غرہ رسالت یا رسول اللہ

بلند کر کے جو مسلہ کیا تو اَنَشَدَ الْاَهْلُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ کا جملہ نظر آ گیا۔ دیوبندی جماعت کے مسلح آدمی سر اسیر ہو کر اپنے گھروں میں اور اپنے مدرسہ کے اندر گھس گئے۔ نوجوانان اہل سنت نے ان کے مکانوں کا محاصرہ کر لیا اور لاطیوں سے دروازوں کو دھکا دے کر کھولنا چاہا اور مولوی شکر اللہ صاحب کے تمام مکان کے زریا کھڑے کو پیٹ ڈالا مگر دیوبندی خوف کے مارے نہ نکل سکے۔ بھاگ کر مدرسہ کے اندر پہنچنے والوں میں مولوی شکر اللہ صاحب بھی تھے۔ ان کا تعاقب کرتے ہوئے ایک سنی نوجوان مسیٰ بشیر خاں نے کمرے کے اندر داخل ہوتے ہوئے ان کو ایک لاشی امدی اور بقیہ جو لوگ مدرسہ کے اندر تھے چھپ گئے جب نوجوانان اہل سنت کا جوش بہت بڑھ گیا اور قریب تھا کہ مولوی شکر اللہ کے مکان کا دروازہ توڑ کر مکان کے اندر داخل ہو جائیں تو ان کے جوش کو ٹھنڈا کیا گیا۔ اور واپس بلایا گیا۔ باوجودیکہ سنی واپس آ گئے اور لاشی ختم ہو گئی مگر دیوبندیوں پر ایسی ہیبت چھائی کہ کئی روز تک گھروں سے باہر نکلنے کی بہت نہ ہوئی تھی۔ بازاروں میں دیوبندی نظری نہ آتے تھے۔ دیوبندیوں کے اس فساد میں مسلمانان اہل سنت کو عظیم الشان فتنہ حاصل ہوئی۔ اور دیوبندیوں کو ایسی شکست ہوئی کہ زندگی بھر یاد رہے گی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک

اہل سنت کا خیال اس کے متعلق کوئی عدالتی کاروائی کرنے کا نہ تھا مگر دیوبندی چونکہ بہت زیادہ مضروب و مجروح ہوئے تھے۔ اس لیے انہوں نے المدد دیا پولیس، الغیث یا مجسٹریٹ کا وظیفہ شروع کر دیا چنانچہ ۲۹ مارچ کو دیوبندیوں کے سرغنہ نے ایک طرف تو مجسٹریٹ ضلع اور حاکم پرگنہ دسپرنٹنڈنٹ پولیس کو تار دیئے کہ محمد امین محمد اپنی جماعت کے

میرے مکان کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں اور مکان کو ناشپا بستے ہیں۔ دوسری طرف اپنے دیوبندی معزوں کو اعظم گڑھ ٹو اکڑی معائنہ اور استغاثہ کے لیے بھیجا۔ مجبوراً اہل سنت کو بھی کاروائی کرنی پڑی اور ۳۰ مارچ کو دو دو استغاثہ فریقین کی طرف سے داخل ہوئے مگر ۳۰ مئی کی شام ہی سے محمد شفیع سردار دیوبندی اور عبدالرشید دیوبندی صلح کے لیے دوڑنے لگے اور موضع سکئی کے عبدالستار خاں نے سکئی کے اندر قرب و جار کے کچھ لوگ اور فریقین کے دس دس آدمی جمع کر کے صلح کرادی۔ اور استغاثہ اٹھا لیے گئے مگر چونکہ اس عظیم بلوہ سے پولیس کی مدد بھی بہت زیادہ ہوتی اس لیے پولیس نے دفعہ ایک سوسات کی کاروائی کی رپورٹ کی اور ستائش سنی اور پولیس دیوبندیوں کے نام پانچ سو روپیہ ضمانت اور پانچ سو روپیہ کا چمکے کا سمن آیا اور ۱۱ اپریل کو مقدمہ پیش ہوا ڈھائی ڈھائی سو روپیہ ذاتی چمکے ہوا۔ پھر کئی تاریخوں سے بعد ۱۷ مئی ۱۹۳۵ء کو مقدمہ دفعہ ایک سوسات خارج ہو گیا۔ اس کامیابی کی خوشی میں اہل سنت نے اپنے صدر عالی جناب شیخ محمد امین صاحب کا شاندار جلوس نکالا کیونکہ مقدمہ میں فتح یابی موصوف کی کوشش کا نتیجہ تھی یہ مذہب اہل سنت کی حقانیت ہے کہ خداوند قدوس نے ہر موقع پر فتح مبین عطا فرمائی۔ یہاں سے دیوبندی معاہدے سرغوں کے بیٹے بھی خوب اور خود ہی اپنی خواہش سے صلح کر لی۔ دفعہ ایک سوسات کے مقدمہ میں بھی یہ بیچارے بدحواسی اور پریشانی میں عالیجناب شیخ محمد امین صاحب ہی کا منہ دیکھتے اور آپ ہی کے بازو ہمت کا سہارا لیتے تھے بعد ازاں تعالیٰ موصوف کی ہمت و کوشش سے کامیابی ہوئی نا بحمد اللہ علیٰ ذلک

مدرسہ اہل سنت مصباح العلوم جس طرح مسلمانوں کے لیے روح پرور ان کی دینی خدمات کا کفیل ہے اسی طرح باطل کش بھی ہے۔ بے دینوں کا رو کرنا ان کی سکاری و عیاری سے مسلمانان کو آگاہ کرنا بھی اس کے فرائض میں سے ہے اس لیے دیوبندیوں کی نظر میں خار ہے ہمیشہ مدرسہ کی شاہراہ ترقی میں روڑے اٹکاتے رہے۔ مدرسہ کے خلاف وہ کون سی کاروائی ہے جو دیوبندیوں نے اٹھا رکھی ہو جہاں اپنی طاقت کام نہیں دیتی غیر اقوام سے مددے کر استعانت بغیر اللہ کے مجرم بنتے ہیں۔ چنانچہ دیوبندیوں کے سرغنہ نے بندوؤں کو درخاک کر مدرسہ کے خلاف جو مقدمہ بازی کا سلسلہ چلایا ہے تو مدرسہ کی سنگ بنیاد سے لے کر دوسری منزل کے قریب ختم تک پانچ سال جاری رہا طعی میدان میں کو دے۔ مناظرہ کی چھڑ چھاڑ کی جھلک کرام پرافتراد بہتان بازہ بازہ کر فساد کر آیا مگر اللہ کے فضل سے ہر موقع پر دیوبندیوں کو ذلت و رسوائی کے ہوا کچھ لہتا نہ آیا۔ مدرسہ بفضلہ تعالیٰ و بعون حبیب صلی اللہ علیہ وسلم دینی خدمات کر رہا ہے اور کرتا رہے گا۔ علاوہ تدریس و تبلیغ کے مدرسہ افتخار کی خدمت بھی انجام دیتا ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک استغاثہ بھوجپور ضلع مراد آباد سے آیا جو تین سوالات پر مشتمل تھا اس کا منشا دیوبندی مذہب کی حقیقت دریافت کرنا تھا استاد محترم حضرت مولانا عبد العزیز صاحب قبلہ غفرلہ نے اس کا جواب با تفصیل نہایت سلیس عام فہم دیوبندیوں کی معتبر کتابوں کے حوالہ سے لکھ دیا جناب حافظ عبدالرشید صاحب نے اس کے چھپوانے کی خواہش کی اس نے اس کا نام بھی مدرسہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے المضباح المجید رکھ دیا اور تجربہ سے یہ خیال ہوا کہ دیوبندی ان حوالوں کو غلط بنا کر سفینوں کو



بہاؤی کے اور علماء دیوبند کے ان اقوال پر پردہ ڈالیں گے۔ ہندوان کی وہن دوزی کے لئے سرورق پر لکھ دیا کہ ایک عالم بھی غلط ثابت کر دینے پر پانچ سو روپیہ انعام۔ اس لئے دیوبندیوں کا یہ دروازہ تو بالکل بند ہو گیا۔ اور ایسا کہ چار برس ہوئے کسی نے زبان تک نہ بلائی مگر دیوبندیوں نے دوسری گئی اختیار کی وہ یہ کہ المصباح المجدید کے حوالے تو سب صحیح ہیں مگر علماء دیوبند کی عبارتوں کے مطلب غلط بیان گئے ہیں۔ اس مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے المصباح المجدید کے جواب میں ایک کتاب مقام المجدید لکھی اور ایک غیر موعود شخص مسمیٰ محمد حنیف رہبر کے نام سے شائع کی۔ اگرچہ حقیقت شناس جانتے ہیں کہ یہ کتب سلیقہ ہے فلک کو یہ سنگاری میں

کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں یوں تو دیوبندیوں کی کتابیں کذب و افترا سے لبریز ہوتی ہی ہیں۔ مگر یہ کتاب خصوصیت کے ساتھ اکاذیب کا دفتر اور افترا و بہتان کا طوفان ہے۔ ساری کتاب تبرا بازی و افترا پر دازی سے بھری پڑی ہے المصباح المجدید کی متانت و ولایت کے مقابلہ میں دیوبندیوں کی مقام المجدید ان کی مذہبی حرکت ہے جو بوجھل اور خواب پریشان سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ اس کے جواب میں صرف لعنة الله على الكذابين۔ کہنا کافی تھا اسی لئے اس کی طرف پہلے سے توجہ نہ کی مگر جب دیکھا کہ دیوبندی برادری اس کذب و افترا کی پوٹ پر ناز کر رہی ہے۔ چنانچہ ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۹ء موضع سکس ضلع اعظم گڑھ کے طے شدہ مناظرہ میں اگرچہ دیوبندی مولوی میدان مناظرہ میں کھٹنے کی تاب نہ لاسکے۔ مگر دیوبندیوں نے اپنی فحاشت مناسنے کے لئے یہ کہا کہ

مقام المجدید کا جواب نہیں ہوا لہذا مجھے خیال ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دیوبندی اس دفتر اکاذیب کا جواب نہ لکھنے سے میرے سنی بھائیوں پر طعنہ زنی کریں اس لئے باوجود بے فرحتی کے اس کا رد لکھا۔ مولیٰ عزوجل قبول فرما کر ذریعہ ہدایت بنائے۔ صاحب مقام المجدید کی تسکین چونکہ ایک باب سے نہ ہوئی بلکہ ایک مقدمہ اور دو باب بنائے لہذا اس کا رد بھی انہیں عنوانات سے مناسب سمجھا۔ کفر کی حمایت چونکہ کفر ہے اور کفر کی سزا عذاب شدید۔ اس لئے میں نے اس کتاب کا نام العذاب الشدید لصاحب مقام المجدید رکھا۔ مسلمان بغور مطالعہ کریں انشاء اللہ روز روشن ہی طرح واضح ہو جائے گا کہ علماء دیوبند کی عبارتوں کے وہی مطالب ہیں جو المصباح المجدید میں بیان کئے ہیں۔ ان پر دیوبندی رہبر نے مقام المجدید میں جو پردہ ڈالنا چاہا ہے وہ مکاری و عیب داری اور افترا و بہتان طرازی، تبرا بازی کے سوا کچھ نہیں۔ دیوبندی بھی اگر بنظر انصاف دیکھیں تو عجب نہیں کہ توبہ نصیب ہو۔ دھو حسی و نقد الوکیل۔

فقیر محمد محبوب اشرفی مبارک پوری

## باب اول

### در ابطال جواب اعتراضات المصباح الجدید

دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی صاحب مبنی خلاق ہیں | شیخ الہند مولوی

محمود الحسن صاحب نے مرثیہ میں اپنے پیر مولوی رشید احمد صاحب کو

مبنی خلاق لکھا ہے ۔

مندان کا مبنی وہ مبنی تھے خلاق کے

مرے مونی مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

(مرثیہ ص ۱۲)

اس پر المصباح الجدید میں تنبیہ فرمائی کہ اس شعر میں مولوی رشید احمد صاحب کو مبنی خلاق لکھا ہے جو رب العالمین کے ہم معنی ہے ۔ مبنی خلاق کا رب العالمین کے ہم معنی ہونا بالکل کھلی ہوئی بات ہے اور میں اس کو علمی روشنی میں ذکر بھی واضح کر دوں گا ۔ مگر دیوبندی رہبر اس پر پردہ ڈالنے کیلئے جواب دیتے ہیں جس کی حقیقت ابھی کھلی جاتی ہے ۔ ہر مائل بخوبی سمجھ لے گا کہ وہ اعتراض کا جواب ہرگز نہیں البتہ جواب سے ایک بات یہ ظاہر ہوگئی کہ جب مولوی محمود حسن صاحب نے گنگوہی صاحب کو مبنی خلاق لکھ دیا تو اب کسی دیوبندی کی مجال نہ رہی کہ ان کو مبنی خلاق نہ مانے بلکہ ہر دیوبندی کا مذہبی فرض ہو گیا کہ وہ گنگوہی صاحب کو مبنی خلاق ہی کہے ۔ اس لیے دیوبندی مجیب نے یہ جواب نہیں دیا کہ یہ مولوی محمود حسن

صاحب کی ذاتی رائے ہے ۔ ہم اس سے متفق نہیں یہ کوئی مذہبی عقیدہ نہیں کہ ہم گنگوہی صاحب کو مبنی خلاق ہی مانیں ۔ بلکہ جواب میں وہ صورت اختیار کی کہ گنگوہی صاحب دیوبندی عقیدہ کے مطابق مبنی خلاق ہی کہتے ہیں اور بڑے بل میں کر بیچ و تاب کھا کر اپنی عادت کے مطابق تبرائی کرتے ہوئے مبنی خلاق ہی کو ہلکا پھلکا بنانے کی بجائے کوشش کی اور کہا ۔

اردو محاورات میں مبنی بہت معنی میں مستعمل ہے ۔ نور اللغات میں ہے کہ مبنی سرپرست کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور مبنی معنی تربیت کنندہ والدین و استاد و پرعام طور پر کہا جاتا ہے ۔ قرآن مجید میں بھی یہ محاورہ استعمال کیا گیا ہے ۔ *وَقَدْ رَزَقْنَاهُ حَمَلًا وَنَسَاءً وَنَفِثَ فِي عَمَلِهِ* اس پر بڑے اچھل کر کہا ۔ معنی صاحب نگاہیں قرآن عزیز پر بھی فوٹے کیونکہ اس آیت میں والدین کو اولاد کا مبنی کہا گیا ہے اور آپ کے نزدیک مبنی بالکل رب العالمین کے ہم معنی ہے ۔ *مَقَامُ الْمَدِيَةِ مُنْعَاكُمُ اللَّهُ* ۔

ناظرین کرام ذرا المصباح الجدید کے اعتراض اور دیوبندی رہبر کے جواب کو ملا کر دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ رہبری ہے یا ربزنی ۔ اعتراض تو مبنی خلاق کہنے پر ہے ۔ مبنی خلاق کو رب العالمین کے ہم معنی بتایا ہے ۔ نہ کہ صرف مبنی کو ۔ رہبر صاحب خلاق کو بالکل ہی بھٹم کر گئے آپ خلاق کو چھوٹے ہی نہیں محض مبنی کو سہے رہے ہیں کیا مرثیہ میں گنگوہی صاحب کو صرف مبنی ہی لکھا ہے ۔ مبنی خلاق نہیں لکھا جب آپ کو مرثیہ بھی نہیں دکھائی دیتا المصباح الجدید کا اعتراض بھی نہیں سوجھتا تو تصنیف کے خواب کیوں دیکھنے لگے ۔ اب پر حواسنے اوپر

گر یہی ہے خبری حضرت والا ہوگی

تار و پود پوری سب نہ وبال ہوگی



انصباح الحبسید اور مرثیہ کی عبارت بھی بسے نظر نہ آئے وہ قرآن مجید کو کیا سمجھے۔ نور اللغات میں صرف مربی کا استعمال سرپرست کے معنی میں بتایا ہے یا مربی خلاق کا بھی۔ قرآن مجید میں والدین کے لئے صرف ترتیب کا استعمال ہوا ہے یا مربی خلاق بھی کہا گیا ہے۔ اگر آیت رَبَّنَا ابْنِ صَغِيرَتَنَا سے گنگوہی جی کے مربی خلاق ہونے پر استدلال تمہارے نزدیک صحیح ہے تو قرآن مجید کی ان دو آیتوں سے گنگوہی صاحب کا رب العالمین ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔ پہلی آیت مِاٰصَا حَبِی السَّجِیۡنَ اَسَاۤءَۃٌ كَمَا فَتَشَیۡقُ رَبَّنَا ثُمَّ اِیۡسَفْ عَلَیۡہِ السَّلَامُ نے فرمایا اسے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیوں میں ایک تو اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلانے گا دوسری آیت قَالَ اِذْ جَعَلْنَاۤ اِلٰیۤیْكَ قَانِصًا فَاَنْتَلٰہُ فَرَمٰیۤا یۡسُفْ عَلَیۡہِ السَّلَامُ نے اپنے رب (بادشاہ) کی طرف پلٹ جا پھر اس سے پوچھ۔ ان دونوں آیتوں میں رب کا استعمال بادشاہ کے لئے ہوا اور آپ کے نزدیک جب مربی کا استعمال غیر خدا کے لئے گنگوہی کے مربی خلاق ہونے کی دلیل بن گیا۔ تو رب کا استعمال غیر خدا کے لئے وہ گنگوہی صاحب کو رب العالمین کیوں نہ بنائے گا۔

یہ تو دیوبندیوں کے جواب و استدلال کی حقیقت تھی جو ظاہر ہوئی۔ اب اس کو واضح کرتا ہوں کہ مربی خلاق یقیناً رب العالمین کے ہی معنی ہے۔

خیر کیجئے رب العالمین میں دو لفظ ہیں رب اور عالمین۔ اسی طرح مربی خلاق میں دو لفظ ہیں۔ ایک مربی دوسرا خلاق۔ اگر مربی رب کے معنی میں اور خلاق عالمین کے معنی میں ہو تو مربی خلاق کا رب العالمین کے ہم معنی ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ اب سینے خلاق جمع خلق بمعنی

خلق کی ہے۔ عالمین جمع ہے عالم کی۔ اللہ کے سوا ہر شے جو موجود ہے اس کو عالم کہتے ہیں۔ اسی طرح اس کے سوا ہر شے کو خلق بھی کہتے ہیں یعنی جو چیز عالم ہے وہ خلق ہے جو خلق ہے وہ عالم ہے۔ دیکھو عقائد نسفی العالم بمعنی اجزاء محدث۔ اس کی شرح میں علامہ کھانا زانی فرماتے ہیں۔ العالم ای ماسوی اللہ تعالیٰ من الموجودات مما یعلم بہ الصانع محدث ای مخرج من العدم الی الوجود بمعنی انہ کان معدوماً فموجود۔ لہذا خلاق اور عالمین کے ایک معنی ہوتے۔

اب رہا مربی اور رب۔ مربی اور رب کا استعمال کسی خاص کی طرف اضافت کے ساتھ غیر خدا کے لئے وارد ہے لیکن خلاق اور عالمین کی طرف مضاف کر کے یعنی رب العالمین و رب الخلاق مربی عالمین مربی خلاق غیر خدا کے لئے وارد نہیں۔ اردو میں نہ فارسی عربی میں ہی تو وہ ہے کہ دیوبندی رہبر کو ایک بھی ایسی مثال نہ مل سکی جس میں کسی مخلوق کو مربی خلاق کہا گیا ہو۔ اسی وجہ سے خلاق کو چھوڑ کر صرف مربی خلاق کو لے لیا۔ لہذا اس استعمال میں مربی اور رب برابر ہیں۔ معنی کے لحاظ سے سینے تو مربی کے حقیقی معنی میں تربیت کنندہ۔ اردو میں اگرچہ سرپرست کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن اس وقت جبکہ خلاق اور عالمین کی طرف مضاف نہ ہو اور یہاں خلاق کی طرف اضافت ہو رہی ہے۔ لہذا وہی حقیقی معنی تربیت کنندہ یعنی پرورش کرنے والا ہوتے۔

رب کے معنی بھی تربیت کنندہ اور پرورش کنندہ ہیں۔ بیضادی شریف میں ہے۔

الرب فی الامل بمعنی التربیۃ و ترجمہ۔ رب لغت میں بمعنی تربیت ہی تبلیغ الشی الی کمالہ شیعہ ہے اور وہ تقریباً شے کو اس کے

فشیانہ و صف بہ مبالغہ کا المص کمال تک پہنچا ہے پھر مبالغہ اس  
والعدل کے ساتھ موصوف کیا گیا جیسے صوم اور  
عدل۔

منتخب اللغات و لطائف میں ہے الرب بالفتح بصلاح آئند یعنی  
پرورش کرنے والا۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہاں ربی اور رب کے ایک معنی  
ہیں، اور خلاق و عالمین کا ہم معنی ہونا پہلے ہی ثابت ہو چکا۔ لہذا ثابت ہوا  
کہ ربی خلاق رب العالمین کے ہم معنی ہے جس طرح رب العالمین کا  
اطلاق مخلوق پر جائز نہیں اسی طرح ربی خلاق کا اطلاق بھی مخلوق پر جائز  
نہیں کیوں کہ رب صاحب اب کھلی آنکھیں معلوم ہوا آپ کو کہ المصباح الجید  
کا محض حق ہے واقعی ربی خلاق رب العالمین کا ہم معنی ہے اور آپ کے  
پاس اس کا کوئی حجاب نہیں۔ اب تو آپ کو شرمانہ چاہیے اور گنگوہی جی کو ربی  
خلاق ماننے سے توبہ کرنا چاہیے۔ اسی سلسلہ میں گنگوہی صاحب کی درج  
سرائی کا اثنا خطبہ پڑھا ہے کہ انہوں نے بھٹیوں کوئی مشرکوں کو متحد بنایا  
ہے یہ بالکل انہی بات ہے اس کے برعکس نام تہذیبی کا نور سب جانتے  
ہیں کہ گنگوہی صاحب وہابی گرتے۔ ساری عمر سنی مسلمانوں کو مشرک و بدعتی  
ہی کہتے کہتے گزاری لہذا اگر یوں کہا جاتے کہ گنگوہی صاحب نے سنیوں کو  
بدعتی اور موحسوں کو مشرک بنایا تو در سنت ہوگا اور بات بھی یہی ہے دیوبندی  
دہبرے یہاں اردو وانی پر بھی تبرا بازی کی ہے۔ لہذا ایں ناظرین کی غرافت  
قیع کے لئے دیوبندی اردو سناووں اور وہ بھی کسی معمولی شخص کی  
نہیں بلکہ دیوبندیوں کے پیشوا گنگوہی صاحب کی۔ موضع سانچوٹ سے ایک گوجر  
کی لڑکی آئی اور اس نے عرض کیا کہ میرے باپ کو عیش کی شکایت ہے آپ  
نے اسی زبان میں اسی لہجہ سے یہ دوایا کیا ہے۔

جامن کی کپسل نے کر دی میں رگڑ کے بے مان گیر کے پلا دے یعنی جامن  
کی کپل کو دی میں رگڑ کے سپل میں ڈال کر پلا دے۔ ماشیہ تذکرۃ الرشید  
ص ۶۵۔

واہ ری دیوبندی اردو تیز کیا گیا۔ ہر دوسرے حرف پر تشدید واجب  
ہے اردو زبان تو دیوبند و اسے ہی کچھ جانتے ہیں، دوسرے لوگ جھلا  
کیا جانیں جب ہی تو آپ کے شیخ الہند صاحب فرماتے ہیں ۔

اس سیحانی کو دیکھیں ذری ابن مریم  
اور فرماتے ہیں قبولیت اسے کہتے ہیں کہتے "قبولیت" نے تو شیخ الہند  
صاحب کی عربیت کی قطعی کھول دی اور فرماتے ہیں، پھر میں تھے کعبہ میں بھی  
پوچھتے گنگوہی کرسٹہ کیا اعلیٰ فصاحت ہے جب ہی تو دیوبندیوں کے  
پیشوا مولوی بی احمد و مولوی رشید احمد صاحب نے اپنی کتاب براہین قاطعہ  
کے ص ۲۶ پر لکھا ہے کہ ایک ضارح مخز عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب  
میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو  
یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی میں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند  
سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ  
کا معلوم ہوا۔ براہین قاطعہ ص ۲۶۔

دیوبندیو! ذرا کان کھول کر سن لو یہ ہے تمہارے پیشواؤں کی اردو  
جس میں کلام غرضت ہے۔ اسی فصاحت پر حضور کو اردو سکھاتے ہیں اور  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شاگرد بنانے کے لئے خواب تعریف کرتے  
ہیں یہاں تو ایمان والوں کا حشر ہے۔



گنگوہی صاحب کی میحانی معنی  
 علیہ السلام سے بڑھ کر ہے۔

ہے۔ چنانچہ مولوی محمود حسن صاحب نے مرثیہ میں ص ۳۳ پر لکھا ہے کہ  
 مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس میحانی کو دیکھیں ذری ابن مریم  
 اسی پر المصباح المہدیدی میں تنبیہ فرمائی اور آگاہ کیا کہ دیوبندیوں کے  
 نزدیک گنگوہی صاحب میحانی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھے  
 ہوئے ہیں کیونکہ اگر بڑھا نہ جانتے تو یہ نہ کہتے کہ

اس میحانی کو دیکھیں ذری ابن مریم  
 مرثیہ کے اس کفری قول پر پر وہ ڈالنے کے لئے دیوبندی رہبر  
 نے بڑا زور لگایا۔ بے چارے نے دو آیتیں بھی بے عمل نقل کیں۔  
 محاورہ بھی ہے محاورہ بتایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ موت و حیات کا استعمال  
 گمراہی اور ہدایت میں بھی ہوتا ہے اور شعر کا یہ مطلب بتایا کہ گنگوہی صاحب  
 نے گمراہوں کو ہدایت دی اور ہدایت یافتہ کو گمراہی سے بھالایا اور دوسرے  
 مصرع میں یہ تمنا کی ہے کہ حضرت یسح ابن مریم گنگوہی صاحب کے اس فیض  
 کو ملاحظہ فرمائیں اور خوش ہوں۔ مقام الحدید غنصا ص ۱۹۔

شعر کا مطلب تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا البتہ یہ دیوبندی رہبر صاحب کی  
 خوش حیدگی کے جوہر ہیں کہ بالکل ہی بے ہنگی اڑا رہے ہیں کیوں کہ صاحب  
 آپ کی دلیل کی حقیقت بس یہی ہے کہ موت و حیات کا استعمال مجازاً  
 چونکہ ہدایت و گمراہی میں ہو گیا ہے۔ لہذا اب کون روکنے والا ہے اب  
 تو ہر جگہ جہاں آپ کا جی چاہے گا بلا قرینہ ہی ہدایت و گمراہی مراد میں

گئے کیونکہ آپ تو رہبر ہیں آپ کے لئے کسی قرینہ کی کیا ضرورت ہے مگر  
 یہ رہبر ہی نہیں رہنمائی ہے۔

مازی معنی مراد لینے کے لئے قرینہ شرط ہے اس شعر میں معنی مجازی پر  
 قرینہ تو کہا بلکہ اس کے عدم پر قرینہ موجود ہے اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کا تقابل  
 ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصف مرد سے بلانا جو مشہور ہے وہ مجازی معنی  
 کے اعتبار سے ہرگز نہیں بلکہ حقیقی معنی میں ہے اس لئے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 سے تقابل ہے تو وہی حقیقی معنی مراد لینے جائیں گے لہذا شعر میں ہدایت و  
 گمراہی مراد لینا گمراہی و دھوکہ بازی ہے۔ بلکہ وہی ارادنا مراد ہے۔ اور  
 گنگوہی صاحب اس میں حضرت یسح سے بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے  
 زندوں کو مرنے سے بچالیا اور اگر آپ قرینہ وغیرہ سے آنکھیں بند کر کے  
 ہر قاعدہ سے بے قید ہو کر ہدایت و گمراہی مراد میں۔ تب بھی حضرت عیسیٰ  
 علیہ السلام سے گنگوہی صاحب کی ہدایت ضرور بڑھ جائے گی۔ جس میں حضرت  
 یسح علیہ السلام کی کھلی توہین ہے۔ کیونکہ دو سدا مصرعہ اس میحانی کو دیکھیں  
 ذری ابن مریم پکار کر کہہ رہا ہے کہ گنگوہی صاحب کی ہدایت عیسیٰ علیہ السلام  
 سے بڑھ گئی کیونکہ اگر محض عیسیٰ علیہ السلام کو خوش کرنا ہی ہوتا تو یوں کہا جاتا  
 اس میحانی سے خوش ہوں ذری ابن مریم

بے دینوا انبیا علیہم السلام کی توہین کرتے ہو اور جب تواضع  
 کیا جاتا ہے تو پردہ ڈالتے ہو تو بے نسبت کرتے یہاں سب بھالنے سے  
 بھول گئے یہ نہیں سوچتا کہ اس شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقابل  
 کر کے دکھایا ہے اور ہر زبان کا محاورہ ہے۔ اردو میں بھی مستعمل ہے کہ  
 تعریف کے موقع پر جنب بولا جاتا ہے کہ ذرا اس کو دیکھیں تو تعجب  
 علی وجہ العفویت ہی مراد ہوتا ہے کہ جس کو مقابلہ کر کے دکھایا جا رہا ہے

اس سے یہ بڑھا ہوا ہے جیسے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت میں کہا ہے ۔

بحر کے پیاسے نے ہزاروں کو ترس کر  
اس شجاعت کو ذرا دیکھے تو رستم آ کر  
جس طرح اس شعر میں حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کو شجاعت میں رستم  
ذمیت تھوڑا ہے اسی طرح مرثیہ کے اس شعر میں ۔  
مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا  
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر گنگوہی صاحب کی برتری اور فوقیت ظاہر ہے  
در الصباح الحبید کا اعتراض بالکل حق و بجا ہے اور دیوبندیوں کے  
پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ مرثیہ کے اس کفری شعر کے مقابلہ میں  
مدائح اعلیٰ حضرت کا یہ شعر پیش کیا ہے ۔

شفا بیمار پاتے ہیں طفیل حضرت عیسیٰ  
سے زندہ کر دیا مردے خواجہ احمد رضا خان کا

مرثیہ کے مقابلہ میں مدائح اعلیٰ حضرت کا پیش کرنا کتنی بڑی شرم کی بات  
ہے۔ مدائح کے قائلین عوام الناس ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک مذہبی  
حیثیت سے ان کا قول معتبر نہیں اور مرثیہ تو تمہارے شیخ الہند کا ہے  
جی کے بقول پر دیوبندی ایمان لایچکے ہیں پھر مدائح سے مقابلہ کیسی  
شرساک حرکت ہے۔ مگر بات یہ ہے علما اہل سنت میں سے کسی کا کوئی  
ایسا قول قیامت تک مل ہی نہیں سکتا۔ اس لیے عوام کے ہی قول کو  
استے میں اور وہ بھی محض عوام کو دھوکہ دینے کے لیے۔ کیا اس شعر میں بھی  
ہے۔ اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم، کیا اس میں بھی تقابل ہے

کیا اس میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کو اعلیٰ حضرت کی مسیحائی دکھائی گئی ہے۔  
اس اپنے کفری شعر کے مقابلہ میں ذکر کرتے ہوئے کہ تو شرعاً ہوتے  
یا دیکھو سنی عوام اور بے علم کا کلام بھی تو ہیں سے پاک ہوتا ہے۔ تم نے  
اس کا مقابل بنانے کے لیے شعر کا مطلب بگاڑا لفظ طفیل کو ایک ہی  
طرف دیا۔ طفیل حضرت عیسیٰ کا تعلق دونوں مصرعوں سے ہے اور مطلب  
صاف یہ ہے کہ بیماریوں کا شفا پانا اور مردے سے زندہ ہونا یہ دونوں کلام  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طفیل و صدقہ سے ہیں اور اس کا ظہور اعلیٰ حضرت  
رحمۃ اللہ علیہ کی سعی و کوشش سے ہے لہذا ثابت ہوا کہ مدائح کے اس شعر  
میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف ہے مگر دیوبندیوں کو کیا سوچے ۔  
آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے

### گنگوہی صاحب کے عبید یوسف ثانی میں

قبولیت اسے کہتے ہیں بقول ایسے سچیں

عبید سود کا ان کے لقب یوسف ثانی

مرثیہ کے اس شعر میں مولوی محمود حسن صاحب نے گنگوہی صاحب کے  
کاسے کا سے بندوں کو یوسف ثانی کہا ہے مگر دیوبندی دہرے اس  
پر پردہ ڈانے کے لیے بڑی حیرانی و پریشانی کے بعد توجیہ کی ہے جس  
کا خلاصہ یہ ہے۔ عبید حبس کی جمع ہے اور عبید کے معنی غلام اور خادم کے  
ہیں اور یوسف ثانی سے مراد حسین و جمیل ہے اور شعر کا مطلب ہے کہ  
گنگوہی صاحب کے خادم کا سے کا سے بھی حسین و جمیل نظر آئے تھے



مقاصح المصباح ۲۶

جو شخص دیوبندی مذہب سے ناواقف ہو وہ شاید دھوکہ میں آ کر کہہ دے کہ یہ مطلب ہو سکتا ہے لیکن جو دیوبندی مذہب سے واقف ہے اس پر روشن ہے کہ دیوبندی کے اس شعر کا یہ مطلب قیامت تک نہیں ہو سکتا اس لیے کہ یہ مطلب تو اس بات پر موقوف ہے کہ عہد کے معنی غلام اور خادم کے ہوں اور دیوبندی دھرم میں عہد کے معنی عرف عابد ہی کے ہیں۔ غلام اور خادم کے نہیں درجہ عبد النبی، عبد المصطفیٰ نام رکھنا جائز ہو گا جو دیوبندیوں کے نزدیک شرک ہے۔

تقریباً ایمان کے ص ۹ پر ہے۔ جب اولاد ہوان کی (اماموں شہیدوں کی) نذر و نیاز کرے اپنی اولاد کا نام عبد النبی، امام بخش، پیر بخش رکھے۔ سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ ہشتی زیور کے ص ۱۴ پر علی بخش حسین بخش، عبد البی وحیزہ نام رکھنے کو شرک و کفر میں گناہ ہے اب پوچھ دیوبندی رہبر سے جب کہ عہد کے معنی غلام اور خادم کے ہیں۔ تو عبد البی نام رکھنا شرک کیسے ہوا کیا تمہارے نزدیک نبی کا خادم اور غلام بننا شرک ہے۔ یہی تمہارا دین ہے۔ اسی پر مسلمان کا دعویٰ ہے شرم نہیں آتی عبد الگنگوہی عبد القلاوی بننا جائز مانو اور عبد النبی کو شرک کہو۔ یہ بی کی مدارت اور تحالوی کی حمایت نہیں تو اور کیا ہے۔ جب تمہارے نزدیک عبد البی شرک ہے تو تم کس منہ سے کہہ سکتے ہو کہ عہد کے معنی غلام اور خادم کے ہیں۔ تمہارا مذہب پکار رہا ہے کہ عہد کے معنی تمہارے مذہب میں بندہ عابد کے ہیں لہذا شعر کا مطلب یہی ہوا کہ گنگوہی صاحب کے کسے کسے بندے یوسف ثانی ہیں یعنی دوسرے یوسف فرق عرف انا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے حسین و جمیل بندہ یوسف علیہ السلام

تھے اور گنگوہی صاحب کے کسے کسے ہی بندے یوسف ثانی ہیں۔ لہذا المصباح الجدید کا الزام ثابت رہا اور اس کا جواب دیوبندی مذہب پر قیامت تک ممکن نہیں۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے کسی مرید کے یہ دو شعر پیش کیے ہیں ۷

بظاہر مریع باطن مجمل

تو ہر رنگ حرف خدا بن کے آیا

سند اتھم میں دیکھا نبی تھم میں پایا

تو آئینہ نہر ضیاء بن کے آیا

دیوبندی رہبر کو ذرا عزت نہیں آتی۔ کہاں تمہارے شیخ الہند بن پر تم ایمان لایکے ہو اور کہاں یہ بے چارے حوام جن کا قول اہل سنت کے نزدیک مذہبی حیثیت سے معتبر نہیں۔ یہ حرکت تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے تاہم دونوں شعروں کا مطلب ظاہر ہے۔ یعنی آپ صفتہ اللہ کے رنگ میں رنگے ہیں۔ اس لیے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہیں اور آپ میں جلوہ خدا اور جلوہ رسول نظر آتا ہے کیونکہ شاعر نے پیر صاحب کو آئینہ بتایا ہے اور آئینہ میں ذات کا انعکاس محال ہے لہذا جلوہ ہی مراد لیا جائے گا۔

گنگوہی صاحب بانی اسلام کا ثانی ہیں | ۷  
۷ علامہ دیوبند کا عقیدہ ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بانی اسلام (خدا اسکے ثانی ہیں چنانچہ دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب نے مرثیہ میں فرمایا ہے ۷  
زباں پر اہل احوال کے ہے کھول مل سب شاید  
اشعا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

المصباح الجدید میں علامہ دیوبند کا یہی عقیدہ بیان فرمایا ہے مقاصح الجدید

اگرچہ اس کے جواب میں ہمیں گئی ہے مگر یہ عقیدہ چونکہ دیوبندیوں کا متفقہ ہے۔ اس لیے رہبر صاحب نے مقام الحدید میں اس سے انکار نہیں کیا بلکہ بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت کیا کہ واقعی گنگوہی صاحب بانی اسلام کے ثانی ہیں لہذا المصباح الجدید کی تصدیق ہوگئی رہا یہ کہ المصباح الجدید میں بانی اسلام کے بعد بلائین میں (خدا) لکھا ہے تو یہ کوئی اپنی ذاتی رائے نہیں بلکہ دیوبندی مذہب پر بانی اسلام کی تفسیر ہے اور قابل چونکہ دیوبندی ہے لہذا اشعر کا مطلب یہی ہوا کہ مولوی رشید احمد گنگوہی ثانی خدا عالم سے اٹھ گئے مگر رہبر صاحب اس پر بہت ہی بگڑے بہت سی صلواتیں نازل لا حول بھی پڑھی اور یہ کہا کہ معلوم ہوتا ہے رضا خانی مذہب میں حسد ابھی عالم سے اٹھ جاتا ہے۔ مقام الحدید ص ۲۱

رہبر صاحب کو یہ تو ہرگز نہیں معلوم ہوتا ہوگا مگر یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حصہ میں آپ کے حواس جاٹے رہے۔ عذر تو کیا ہوتا۔ ۷

اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی اس میں عالم سے اٹھنا بانی اسلام کے لیے ہے یا بانی اسلام کے ثانی کے لیے ہے۔ جب ثانی کے لیے حکم ہے تو بانی اسلام کے معنی خدا لینے سے خدا کا عالم ہے اٹھنا کیوں لازم آیا۔ آپ کو آگے پیچھے کا کچھ خیال ہی نہ رہا۔ البتہ ثانی خدا (گنگوہی جی) عالم سے اٹھے اور اس سے خدا کا عالم سے اٹھنا لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ تم خود کہتے ہو کہ ثانی اس شعر میں مائل کے معنی میں نہیں عزت دوم کے معنی میں ہے لہذا اوصاف میں اشراک ضروری نہ ہوا پھر سند اکامٹھا کیسے لازم آیا اور اگر مائل کے معنی میں ہی ہو تو بھی ہمارے قول کی بنا پر جزئی مائمت میں برابر ہی لازم نہیں پھر بھی خدا کا عالم سے اٹھنا کسی طرح لازم نہیں آیا۔ تعجب ہے آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا غائباً

اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اپنا کہا یا دہنیں رہتا۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔ پھر دیوبندی رہبر نے شرکا کا مطلب بتاتے ہوئے کہا کہ... بانی اسلام سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ثانی مسائل کے معنی میں نہیں بلکہ دوم اور دوسرے کے معنی میں ہے اور گنگوہی کی موت پر اعلیٰ ہبل کا نعرہ بلند کیا گیا تھا لہذا اشعر کا مطلب یہ ہوا کہ اہل باطل کی طرف سے جس طرح اعلیٰ ہبل کے نعرے اس وقت لگے تھے جب شیطان نے بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ ناپاک خبر اڑائی تھی اسی طرح آج ان ہبل پرستوں کی ذریت قبر پرستوں تقریر پرستوں وغیرہ کی زبان پر وہی ناپاک نعرہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نزع کا کوئی اور واقعہ پیش آگیا اور کوئی حسنی سنت ماحی بدعت شاید اس عالم سے اٹھ گیا کہ یہ باطل پرست اسی کی وفات کی خوشی میں شیطانی نعرے لگا رہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس خاص معاملہ میں پہلے تھے اور حضرت مولانا گنگوہی دوسرے ہوئے بہر حال مولانا کے اس طرح کا مطلب یہی ہے۔ مقام الحدید ص ۲۲ دیوبندی نے اس مطلب کی بنیاد عین باتوں پر رکھی ہے۔ اول یہ کہ بانی اسلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ دوسرے ثانی کے معنی دوم کے ہیں۔ تیسرے گنگوہی جی کی موت پر اعلیٰ ہبل کا نعرہ لگایا گیا تھا لہذا میں تمہیں باتوں کے متعلق کچھ تفصیلی گزارشیں کروں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ دیوبندی مذہب پر شر کا یہ مطلب قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ اول سینے۔ آپ کہتے ہیں کہ بانی اسلام کا اطلاق اصلی اور حقیقی معنی کے لحاظ سے حق تعالیٰ پر ہونا چاہیے مگر اردو محاورات میں بطور مجازیہ اطلاق شائع و ذائع ہے۔ برابر اردو نظم و نثر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بانی اسلام لکھا جاتا ہے۔ مقام ص ۲۱



جی ہاں لکھا جاتا ہے اردو نظم و نثر میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب داں  
 حاضر و ناظر لکھا جاتا ہے اور یا رسول اللہ بھی لکھا جاتا ہے مگر اس سے آپ کو  
 کیا واسطہ کیا فائدہ جو حضور کو ہذا بنہ تعالیٰ دین میں ممتاز مانتے ہیں امت کی  
 باگ حضور کے ہاتھ میں جانتے ہیں وہ حضور کو محرابا بانی اسلام کہتے ہیں آپ  
 اپنے مذہب کو یاد کیجئے ذرا تلافی صاحب سے پوچھیے اپنے عین ایمان  
 کو دیکھیے تقویت الایمان پڑھیے یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھئے کہ شرع انہیں  
 کا حکم ہے ان کا جرجی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور دی بات  
 ان کی امت پر لازم ہو جاتی تھی سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے

۴۷

اس عبارت میں حضور کے بانی اسلام نہ ہونے کی صاف تصریح ہے  
 کہ شرع ان کا حکم نہیں بلکہ اس اعتقاد کو شرک بتایا ہے۔ تلافی صاحب  
 نے اپنے وعظ ذکر الرسول مطبع کان پور کے صفحہ پر لکھا ہے کہ بانی اسلام  
 خدا سے تعالیٰ ہے۔ پھر تم کس منہ سے حضور کو بانی اسلام کہہ سکتے ہو کیا  
 تقویت الایمان کے منکر ہو گئے۔ تلافی صاحب سے خوف ہو گئے یا بھار  
 کی آڑ میں منکر بننا چاہتے ہو۔ تقویت الایمان پر ایمان رکھتے ہوئے اور  
 تلافی صاحب کو مانتے ہوئے تمہیں ماننا پڑے گا کہ حضور کو بانی اسلام  
 نہیں کہہ سکتے لہذا بانی اسلام سے مراد خدا ہی ہوا اور مصباح الہدی میں  
 جو بانی اسلام کی تفسیر (خدا) کی ہے تمہاں مذہب پر صحیح درست ہونی  
 دو سکے لفظ ثانی کو یہاں دوم کے معنی میں بتایا یہ بھی غلط ہے یہ  
 بھی نہ سمجھا کہ یہ گنتی اور شمار کا موقع نہیں یہاں گنگوہی صاحب کی تعریف  
 ہو رہی ہے ان کے مراتب کا اظہار ہے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ نظم  
 شریعت کو قائم کئے ہوئے تھے عالم میں توحید انہیں کے دم سے تھی بھی

تو ان کے مرنے پر بقول تمہارے شہر کی نعرے بلند ہونے لگے اور ثانی  
 بانی اسلام کی کم از کم یہ شان ہونا بھی چاہیے اور اگر دوم کے معنی میں ہو  
 تب بھی گنگوہی صاحب دوسرے بانی اسلام ضرور ہو جائیں گے یہ ہرگز نہیں  
 ہو سکتا کہ صرف گنگوہی صاحب دوسرے بانی اسلام ہو سکتا لہذا گنگوہی صاحب  
 دوسرے بانی اسلام ہونے میں یعنی دوسرے بانی اسلام اور بانی اسلام  
 تمہارے مذہب پر خدا کے ہوا کوئی نہیں ہو سکتا لہذا گنگوہی صاحب  
 دوسرے خدا ہوتے اور اگر اپنے مذہب کو چھوڑ کر بانی اسلام سے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد تو گنگوہی جی کم از کم دوسرے رسول ہوتے  
 تیسرے یہ کہنا کہ گنگوہی صاحب کی موت پر اعلیٰ اعلیٰ ہبل کے  
 نعرے بلند ہوئے یہ مفید جھوٹ ہے۔ ایسی ہی افترا بازی اور بہتان طرازی  
 پر دیوبندی مذہب کا مدار ہے۔ ایسا مرجع جھوٹ بولتے ہوئے ذرا تو  
 شرماد کچھ تو غیرت کرو۔ دنیہ جانتی ہے کہ اب نہ ہبل ہے نہ اس کے  
 پوجنے والے۔ مصطفائی ہدایت کے انوار نے ہبل اور ہبل پرستوں کو  
 خاک میں ملادیا۔ اب دیوبندیوں کے دماغوں ہی میں ہبل کی یاد ہو تو ہو  
 اس کے علو کے نقشے کھینچیں تو کھینچیں۔ دنیا میں کوئی اس کا پکارنے والا  
 نہیں اس تفصیل نے روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا کہ دیوبندی رہبر نے  
 جن تین باتوں پر شرع کے معنی کی بنیاد رکھی تھی وہ کذب و افترا غلط اور  
 تلافی و تقویت الایمانی حکم سے شرک ہیں اور یہ مطلب دیوبندی مذہب  
 پر قیامت تک نہیں ہو سکتا لہذا اشعر کا مطلب وہی ہوا جس کی طرف  
 المصباح الہدی میں اشارہ فرمایا ہے یعنی گنگوہی صاحب ثانی خدا عالم سے  
 الٹ گئے۔ اس تفصیل کے بعد اس نمبر کے رد میں اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہ  
 تھی مگر بے دینوں کا طریقہ ہے کہ اپنے مدعا باطل کی تائید میں عوام

کو دھوکہ دینے کے لیے آیات و احادیث تراش کر پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ اس موقع پر بھی دیوبندی رہبر نے گنگوہی جی کو ثانی محمد بنائے کے لیے آیتیں و حدیثیں کچھ اقوال لکھے ہیں لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق بھی کچھ وضاحت کر دوں۔

دیوبندی رہبر نے گنگوہی صاحب کو ثانی رسول بنانے کے لیے یہ دعوے کیا ہے کہ کسی خاص معاملہ میں امتی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی کہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امتی کا ثانی کہنا جائز ہے کیونکہ اس ثنائیت میں مرتبہ کا لحاظ نہیں ہوتا صرف عددی نمبر کا لحاظ ہوتا ہے اسی پر آیت **إِذَا خَرَبْتُمْ بُيُوتَكُمْ فَاصْلَوْا فِيهَا ثَلَاثِينَ يَوْمًا** اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے دو شعر جن میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصف ثانی اشین مذکور ہے۔ نقل کئے اس کے بعد تفسیر کبیر کی یہ عبارت نقل کی ہے۔

دل هذه الامة على فضل ابى بكر  
رضى الله عنه من وجوه  
الرابع امة تعالے سماء ثانی  
اشنین فجعل ثانی محمد علیہ السلام  
حال سکونہ فی النار والعلم اشترک  
رضی اللہ عنہ مکان ثانی محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم فی المشرق  
المناصب الدینیة

ترجمہ۔ یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر چند وجوہ سے وال ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثانی اشین فرمایا پس بحالت رفاقت غار آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی قرار دیا اور علمائے کرام نے ثابت کیا ہے کہ بہت سے دینی مراتب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ثانی تھے۔

اس کے بعد کہا کہ اسی معنی کے لحاظ سے قرآن مجید میں حق تعالیٰ کو رابع اور سادس یعنی چوتھا اور چھٹا کہا گیا ہے اس پر یہ آیت لکھ دی۔

اللهم أنت الله فاعلم ما فی السموات  
ومسا فی الارض ما یسکون بنجوى  
ثلثه الاھوذا بعمہ من ولا خسنہ  
الاھو سادسھم۔ مقام الخدی ماکہ  
کیا نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کو زمین و آسمان کی ساری کائنات کا علم ہے۔ جہاں بھی تین آدمی سرگوشی کرتے ہیں چوتھا وہاں حسد ہوتا ہے جہاں پانچ آدمی مل کر کانا پھوسی کرتے ہیں وہاں چٹا حسد ہوتا ہے۔

کیوں دیوبندی رہبر صاحب **اللاھوذا بعمہ** اور ثانی اشین **اذھما فی الغار** کے استعمال میں جب کوئی فرق نہیں دونوں صرف عددی نمبر میں متعل ہیں اور شعر میں بھی ثانی کے یہی معنی ہیں تو جس طرح اس شعر میں بانی اسلام سے حضور مراد ہے کہ گنگوہی صاحب کو ثانی محمد بناتے ہو ثانی خدا کیوں نہیں کہتے اس تفسیر پر تو ثانی خدا کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ بانی اسلام اس مرتبہ میں اپنے حقیقی معنی (خدا) میں متعل ہوگا اور نہ تھا تو ہی صاحب کی مخالفت ہوگی نہ تقویۃ الایمان کا انکار۔ لہذا اس تمہارے استدلال سے پھر شعر کے دہی معنی ہوتے یعنی حسن گوی صاحب ثانی خدا عالم سے اٹھ گئے اور پھر المصباح الجدید کی تصدیق ہوتی ہے

دیکھیں تو جانیں گے وہ کہاں ہم سے بھاگ کر  
منہ ڈھانپ کر جو مجلس یاراں سے چل جیتے  
بے دین نیٹس زنی سے کسی جگہ باز نہیں آتے۔ بقولان بارگاہ کی فضیلت کو دیکھ نہیں سکے آیت و اشعار و تفسیر کبیر کا حرف حرف حضرت صدیق اکبر



رضی اللہ عنہ کی فضیلت مخصوصہ پر روشن دلیل ہے مگر دیوبندی رہبر نے یہ کہہ کر کہ اس میں مرتبہ کا لحاظ نہیں صرف عددی نمبر کا لحاظ ہے (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس خاص فضیلت کو یک قلم اڑا دیا حالانکہ تفسیر کبیر کی اسی عبارت میں صرح ہے۔ دل هذه الآية على فضل ابی بکر بوجه یعنی بہت سی وجہ سے یہ آیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی دلیل ہے مگر جب بعض گنتی و شمار ہے تو فضیلت کیسی اور جب فضیلت ہے اور وہ بغیر لحاظ مرتبہ نا ممکن تو یہ کہنا کہ صرف عددی نمبر کا لحاظ ہے کیونکہ درست ہو سکتا ہے لہذا تفسیر کبیر کی یہ عبارت دیوبندی رہبر کا رد ہے۔

اور اس سے بڑھ کر اس کے بعد کی عبارت تمہارے پر نہ اڑا رہا ہے جس کو تم نے خیانت و خباثت سے چھپایا اور نقل نہ کیا یہ ہے۔

البراد هنا لا كونه مع الكل بالعلم

والشديد بغيره كونه مطلقا على اختيار

كل واحد اما هنا فالبراد ليقوله

تعلقه ثانی اثین تخصیصه بهذه

الصحة في معرض التعلیم۔

تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۳۳۸

یعنی آیت اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِکَ وَ عِقَابِکَ سے مراد یہ کہ باری تعالیٰ علم تدبیر میں بندوں کے ساتھ ہے اور ہر ایک کے دلی حال پر مطلع ہے اور یہاں ثانی اثین سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تخصیص ہے اس صفت کے ساتھ عمل تعلیم میں۔

تاثرین کرام تفسیر کبیر کی عبارت کولاحظہ فرمائیں اس میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ دونوں آیتوں میں دو بین فرق بتا رہے ہیں اول یہ کہ آیت

کریمہ ثانی اثین اذہائی الغار مقام تعلیم میں ہے دوسرے یہ آیت کریمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک مخصوص فضیلت کا بیان ہے جس میں مرتبہ کا لحاظ لازم ہے اور دوسری آیت اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِکَ وَ عِقَابِکَ میں مراد باری تعالیٰ کا ہر ایک کے احوال پر مطلع ہونا ہے کسی کی خصوصیت اور فضیلت کا بیان مقصود نہیں کہ مرتبہ کا لحاظ ہو بلکہ صرف عددی نمبر کے لیے ہے۔ اور دیوبندی رہبر کہتے ہیں کہ دونوں آیتوں میں ثانی کے ایک ہی معنی عددی نمبر کے ہیں لہذا تفسیر کبیر کی یہ عبارت بھی اس کا صریح رد ہے چونکہ دونوں آیتوں میں فرق نہ کر کے اپنے پیرو گن گوی کو ثانی محمد بنانا چاہا ہے لہذا تفسیر کبیر کی اس عبارت نے اس کے مدعا سے باطل کے پرزے اڑا دیے یہاں تک تو گن گوی جی کو مثل خدا اور مثل رسول بنانے میں کچھ اول بدل اور پھر پھار کیا تھا مگر اب کھلے اوصاف کہہ دیا کہ مماثلت مراد لینے پر بھی اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ ایک خاص حیثیت سے تشبیہ ہوگی اور اس قسم کی جزئی تشبیہ خود کام الہی میں موجود ہے۔ مقام الحمد یہ مختص ص ۲۴۔

یعنی گن گوی جی ایک خاص حیثیت سے مثل محمد ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ یہ قرآن مجید میں موجود ہے اور اس مدعا باطل پر آیت قل استأنا بَشَرًا مِّثْلَکُمْ اور حدیث اِنِّیْ اَمْسِیْ کَمَا تَمْسُوْنَ اور اِنِّیْ اَدْعٰی کَمَا یَدْعٰی رَجُلًا مِنْکُمْ نقل کی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ دیوبندی اپنے مذہب سے مجبور ہے اس کا مذہب ہی نبی کی ہمسری اور برابری ہے ربے و خیر و فدا بھی حیا نہیں آیت میں تواضع کی تعلیم ہے۔ حدیث میں تواضع فرمایا ہے تفسیر ابواسعود میں آیت ان نحن الا بشر مثلكم کی تفسیر ہے۔ قالوا تواضعوا وھضبا لنفسه یعنی انبیاء علیہم السلام کا یہ فرمان کہ ہم تمہارے مثل بشر ہیں یہ بطور تواضع اور بطریق

مفسر فی ہے اس سے مشیت تراشتے ہو حضور کی بشریت بتاؤں۔ تو انہیں کھل جائیں آؤ کرو تو حضور کی بشریت میں مقابلہ بشریت ہی میں مماثلت ثابت کرو۔ حضور کے جسم پاک کا سایہ نہ تھا حضور کے جسم اطہر پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔ حضور کے جسم پاک کی خوشبو سے راستے ہلک جاتے تھے۔ حضور کے پسینہ اور بول و برائے میں مشک و عنبر کی خوشبو آتی تھی یہ سارے وصف حضور کی بشریت ہی کے ہیں جسم ہی سے متعلق ہیں ہے کہ ان میں سے تم میں یا بہتار سے گنگوہی میں ایک ہی وصف ہو تو آؤ کرو برابر ہی جب نہیں تو پھر کس نہ سے کہہ دیا کہ چونکہ یہ تشبیہ جزئی اور خاص حیثیت سے ہوگی۔ لہذا اس پر اعتراض نہیں کہ تو عزت کرو ذرا تو شراذ آیات و اعادیش کو بے عمل استعمال کرنے سے توبہ کرو۔ اس کے بعد دیوبندی نے مدراج کے دو شعر نقل کئے

تیری تعظیم سے سدا کرب کی تعظیم  
تو ہے اللہ کا اللہ تعالیٰ تیرا  
ناتبعیت یہ چاہتی ہے کہوں  
سید و سدا کی چادر ہے :

نادان نے اس پر کیا اعتراض سمجھا ہے اس میں اعلیٰ حضرت کو بانی اسلام لاثانی کہاں کہا ہے۔ مشیت کون سے لفظ سے نکلتی ہے اس سے مقابلہ کرنا اپنے عجز کا اقرار ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی میں اپنا غر سمجھا ہمیشہ اپنے کو عبد المصطفیٰ لکھا اور دنیا جانتی ہے کہ غلام کی تعظیم آقا کی تعظیم ہے اور علماء دین نائب رسول ہیں پھر اس پر کیا اعتراض ہے۔

دیوبندی کہتے ہیں پہنچ کر بھی  
گنگوہ جانے کا راستہ پوچھتے ہیں  
دیوبندیوں کے شیخ الہند  
مولوی محمود حسن صاحب اپنے  
پیر گنگوہی صاحب کی مدح سرائی

میں وہ کمال کر رہے ہیں کہ جمیع کمالات کو ان کے لئے ثابت کر رہے ہیں خواہ وہ کمال ممکن کا ہو یا واجب کا خالق کا ہو یا مخلوق کا مولوی محمود حسن صاحب کی نظر جس وصف پر پڑتی ہے۔ بے دریغ گنگوہی صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ گنگوہی صاحب کو ربی خلاق بنایا بانی اسلام (خدا) لاثانی کہا اسی دامن میں تھے کہ بیت اللہ پر نظر پڑ گئی دیکھا کہ کعبہ معظمہ خانہ خدا بڑی عظمت والا گھر ہے یہ عظمت و فضیلت بھلا گنگوہی صاحب کے لئے ثابت نہ ہوئی تو بات ہی کیا ہے اور جب وہ ربی خلاق و بانی اسلام کے ثانی ہیں تو ان کا مکان بھی کعبۃ اللہ کی عظمت میں شریک ہوگا بلکہ اور چار ہاتھ بڑھ کر رہے گا۔ کیونکہ کعبہ معظمہ میں تو اہل ظاہر و باطن با ادب حاضر ہوتے ہیں اور اپنے شوق کو پورا کرتے ہیں مگر جو باطنی نظر رکھتے ہیں اور جام معرفت گنگوہی پی چکے ہیں۔ ان کی تسکین کعبہ معظمہ میں ہرگز نہیں ہوتی بلکہ کعبہ میں پہنچ کر بھی یہی پیچ و پیکار ہے کہ ہائے گنگوہ کدھر ہے بتاؤ گنگوہ کدھر ہے لہذا معلوم ہوا کہ گنگوہ کی عظمت و بزرگی عارفان گنگوہی کی نظر میں کعبہ شریف سے بہت بلند و بالا ہے اس مضمون کو مولوی محمود حسن صاحب نے مرثیہ کے اس شعر میں ادا کیا ہے۔

پھر میں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا دست

جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے دن شوق عرفانی

اس پر المصباح السدید میں تنبیہ فرمائی کہ کعبہ معظمہ میں پہنچ کر بھی گنگوہی کی دھن لگی ہوئی ہے اسے دیوبندی عرفان کا نشہ اور گنگوہی معرفت کا



خمسار نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔

دیوبندی دبیر سے اس کا جواب نہ بن پڑا تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے استدعا کی اور غفلت کی یہ عبارت نقل کی۔ سب سنا بل شرافت میں ہے۔ ایک شخص کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا۔ جلا دینے کو کہہ گئی۔ یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ جلا دینے نے کہا اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں فرمایا تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کو منہ کر لیا۔ اس کے بعد دیوبندی نے لکھا کہ خاں صاحب بریلوی اس واقعہ کو نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں اور ہے بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا اس کے بعد لکھتے ہیں۔ خاں صاحب کی اس تقریر کی روشنی میں شیخ الہند کے شعر کا یہ مطلب ظاہر ہو گیا کہ کعبہ جو قبیلہ اجسام تھا ہم وہاں گئے اور حق حاضری ادا کیا۔ اس کے بعد سینہ میں جو عرفانی ذوق اور روحانی شوق کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ اس کے بجھانے کے لیے شیخ طریقت اور قبلہ اوداح کی ضرورت برتی اور ہم اس کی تلاش میں پل دیئے۔ محتاج الحدید ص ۲۷۔

اولیٰ کرام سے استمداد حاصل سنت کے نزدیک درست اور ان کا مدد فرمانا حق بجانب ہے اور دیوبندی اسے شرک کہتے ہیں جس کی تعمیل منبر ۱ میں آئے گی مگر اولیٰ کرام باطل کی مدد نہیں فرماتے اسی لیے اعلیٰ حضرت کا قول دیوبندی کو مفید نہ ہوا کیونکہ اعلیٰ حضرت کے قول کا حاصل صرف یہ ہے کہ روح کی انجلا دترقی کا باعث شیخ ہے اس لیے روح کی توجہ جسم سے جدا ہوتے وقت شیخ کی طرف ہوتی۔ اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ کعبہ میں جا کر گنگوہ کا وظیفہ پڑھا کر وہ گنگوہ کا شور مچا کر وہ شعر کا یہ مطلب بتانا کہ کعبہ میں جا کر حق حاضری ادا کیا اور شیخ کی تلاش میں

پل دیئے) مولوی محمود حسن صاحب پر اتہام ہے اور ان کے کلام کو سب کرنا ہے۔ وہ تو کہتے ہیں کہ

پھر میں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا راستہ

یعنی مناد مزدلفہ و عرفات جہاں جہاں گئے گنگوہی کی دھن میں رہے اور یہی وظیفہ زبان پر رہا۔ ہائے گنگوہ بتاؤ گنگوہ کدھر ہے گنگوہ جہی تو کہا۔

پھر میں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا راستہ۔ کعبہ کو ذکر کیا اور باقی مقامات کو لفظ بھی سے گھیر لیا اور سارے مقامات مقدسہ پر گنگوہ کو فضیلت دی۔ ذرا انصاف سے کہنا کیا حق حاضری اسی طرح ادا ہوتا ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ان مقامات پر حاضری میں توجہ الی اللہ ہوتی ہے اور مخصوص دعائیں پڑھی جاتی ہیں مخصوص عبادتیں ادا کی جاتی ہیں اور تہارے ماروں کا ہر مقام پر یہی شور ہے ہائے گنگوہ بتاؤ گنگوہ کدھر ہے گنگوہ کیا واقعی حق حاضری یونہی ادا ہوتا ہے کیوں اپنے شیخ الہند کے کلام کو خراب کرتے ہو ان کے شعر کا مطلب بالکل کھلا ہوا ہے وہ بتاؤ بلند کعبہ رہے ہیں کہ اور تو اور عرفات و مزدلفہ و منا تو کیا چیز عارفوں کی نظر میں کعبہ معطر توجہ ہی نہیں۔ کعبہ میں بھی پہنچتے ہیں تو گنگوہی کی دھن لگی رہتی ہے گنگوہ کا وہ مرتبہ ہے کہ کعبہ نظر میں نہیں آتا پھر کہاں کا حق حاضری حق حاضری ادا کرنا ہو تو گنگوہ جاؤ گنگوہی جی کی خبر کو کوہ طور بناؤ ہم موسیٰ بنو اور گنگوہی جی کو رب ارنی کی صدائیں سناؤ دیکھو یہی طریقہ حاضری تہارے شیخ الہند ادا کرتے ہیں۔

تہاری تربت الازار کو دیکھو طور سے تشبیہ

کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی ناوانی

کچھ کھلی آنکھیں یہی توبہ وہ دیوبندی معرفت کا نشہ جسے المصباح الجدیہ میں اشارۃ بتایا تھا اس پر تم پر وہ ڈالنا چاہتے ہو مگر یہاں کے مالکان رائے کو دسازند مغلطیاں اور رہبر صاحب کو جس اردو پر ناز ہے بار بار اسے ذکر کرتے ہیں وہ بھی قابلِ ملاحظہ ہے۔ واہ واہ کیا فصاحت ہے کہوں ہوں بھلا اس بیچارے سے شاعری کرنے کو کس نے کہا تھا۔

### دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی صاحب قبلہ حاجات میں

مولوی محمود حسن صاحب نے جب اپنے پیر مولوی رشید احمد صاحب کو مرلی خاں ماما اور بانی اسلام کا ثانی کہا بس اسے کسالت کا

جامع بتایا اس کو یہ بات لازم ہے کہ اپنی تمام ظاہری و باطنی عزد تیں انہی سے وابستہ ہیں اور دینی و دنیوی تمام نعمتیں اور حاجتیں مولوی رشید احمد صاحب سے ہی طلب کریں۔ اسی لئے مولوی محمود حسن صاحب بلا استثناء بالتفصیل ساری حاجتیں انہیں سے مانگ رہے ہیں۔ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی انہی کو بتا رہے ہیں چنانچہ مرثیہ میں فرماتے ہیں کہ  
جوانِ دین و دنیا کے کہاں سے جاتیں ہم یا رب  
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

اس شعر میں مولوی محمود حسن صاحب اپنی ساری حاجتوں کا حاجت اور ساری مشکلوں کا مشکل کشا مولوی رشید احمد صاحب ہی کو بتا رہے ہیں۔ حاجتیں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی، دینی ہوں یا دنیوی کھلی ہوں یا پھٹی جسمانی ہوں یا روحانی سب کا مشکل کشا اور قبلہ حاجات انہی کو کہہ رہے ہیں اور فتاویٰ رشیدیہ میں نکھارے ہوئے اللہ سے مدد مانگنا نبی ہوا ولی شرک ہے۔ مولوی محمود حسن صاحب کے شعر اور فتاویٰ رشیدیہ کے اس حکم کو لا کر منظر انصاف دیکھو تو

تو نتیجہ دو امر میں منحصر ہے یا تو مولوی محمود حسن صاحب مشرک یا مولوی رشید احمد صاحب خدا۔ کیونکہ اگر مولوی رشید احمد صاحب کو غیر اللہ کہا جائے تو ان سے مدد مانگ کر مولوی محمود حسن صاحب مشرک ہوتے ہیں اور اگر مولوی محمود حسن صاحب کو مشرک سے بچاتے ہو تو مولوی رشید احمد صاحب کو خدو خدا ماننا پڑے گا۔ المصباح الجدید میں دیوبندیوں سے یہی دریافت فرمایا ہے کہ بولوا اپنے شیخ الہند کو مشرک کہتے ہو گنگوہی جی کو خدا مانتے ہو اس کا جواب تو دیوبندیوں سے قیامت تک نہیں ہو سکتا مگر رہبر صاحب اپنے مذہب و دیانت دونوں کو ہضم کر کے کچھ چال بازی کرنا چاہتے ہیں آپ لکھتے ہیں۔

بے شک اللہ کے سوا کسی دوسرے سے حاجتیں طلب کرنا انسانی توحید ہے لیکن اس سے ایسی حاجتیں مراد ہیں جیسے رزق مانگنا مقدمہ میں کامیابی کی درخواست کرنا وغیرہ جو شخص ایسی حاجتیں عین اللہ سے طلب کرے وہ مشرک ہے لیکن ایسی حاجتیں جسے ذکر کا آقا سے خواہ مانگنا آقا کا لازم سے کھانا طلب کرنا وغیرہ یہ شرک نہیں بتامع الحدید مفضلاً  
۲۷۶۲۶

اس کے بعد لکھا ہے۔ اور مطلب شعر کا یہ ہے کہ جس مرشد سے ہم امور روحانیہ و جسمانیہ میں استفادہ کیا کرتے تھے انہوں نے وہ دنا سے چلا گیا۔ حاجتوں کی دو قسمیں کر کے ایک قسم کی حاجتیں عین اللہ سے مانگنا شرک اور دوسری قسم کو حسبِ امر قرار دینا دیوبندی مذہب پر ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ اول تو مولوی محمود حسن صاحب کے شعر میں ان چیزوں اور ان چیزوں کی تفصیل کہاں ہے اس میں تو انتہاء درجہ کی تقسیم ہے حوائج جمع ہے اور وہ بھی منشی المجموع اس کی اضافت دین اور دنیا دونوں



جہاں کی طرف ہے۔ لہذا مطلب یہ ہوا دونوں جہان کی جیسے حاجتیں خواہ دھانی  
ہوں یا جسمانی چھوٹی ہوں یا بڑی کھلی ہوں یا چھپی سب کے دینے والے  
پورا کرنے والے گنگوہی صاحب ہی ہیں کیونکہ معانی کا مسئلہ ہے کہ جمع  
کی اضافت استغراق کا قاعدہ دیتی ہے۔ رہبر صاحب تم اگر اس مسئلہ سے  
ناواقف ہو تو کیا تمہارے نزدیک تمہارے شیخ الہند بھی نہ جانتے ہوں  
گے۔ شیخ الہند کو ایسا نادان سمجھا ہے خلاف قاعدہ ان کے شعر میں کتر  
بونت کرتے ہو۔ اس قاعدہ کی رو سے شعر میں عموم ہے یعنی ہر قسم کی حاجت  
کے قبلہ حاجات اور ہر مشکل کے مشکل کشا گنگوہی صاحب ہی ہیں۔

دوسرے فتاویٰ رشیدیہ کی مذکورہ بالا عبارت میں کہاں غصص  
ہے اس میں مطلقاً غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک بتایا ہے۔ لہذا امرئیت کے  
شعر میں جن حاجتوں کا قبلہ بھی مولوی رشید احمد کو کہا شرک ضرور ہوا۔ رہبر  
صاحب آپ نے جو حاجتوں کی دو قسمیں کر کے ایک قسم کی حاجتوں کو غیر اللہ  
سے مانگنا جائز بتا دیا اور حال میں آکر کہہ دیا کہ ہر حال اہل سنت  
جن حاجتوں کو غیر اللہ سے طلب کرتے ہیں وہ وہی ہیں جن کا تعلق انسانوں  
سے کر دیا ہے۔

بات تو ٹھیک ہے اہل سنت ایسا ہی کرتے ہیں مگر آپ کو اس سے  
کیا علاقہ آپ تو دیوبندی ہیں۔ آپ اہل سنت کی سنت پر کیوں منہ مڑتے  
ہیں۔ آپ تو اپنے ایمان کو یاد کیجئے۔ دیوبندی مذہب میں تو ہر قسم کی  
حاجت غیر اللہ سے مانگنا شرک ہے۔ آپ کے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے  
یعنی اللہ کو دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہ سمجھو کہ بڑے بڑے کام تو  
آپ کرتے ہیں اور مجھ نے مجھ نے کام اور نوکروں چاکروں کے حوالہ کر  
دیتے ہیں۔ سو لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاموں میں ان کی التجا کرنی ضرور

پڑتی ہے۔ سو اللہ کے یہاں کا کارخانہ یوں نہیں بلکہ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ  
ایک ہی آن میں کروڑوں کام چھوٹے اور بڑے درست کر سکتا ہے اور  
اس کی سلطنت میں کسی کی قدرت نہیں ہو چھوٹی چیز بھی اسی سے مانگنا  
چاہئے کیونکہ اور کوئی نہ چھوٹی چیز دے سکتا ہے اور نہ بڑی۔ تقویۃ الایمان  
۲۶۲/۲۵

دیکھا رہبر صاحب تمہارا ایمان کہہ رہا ہے کہ چھوٹی بڑی ہر چیز دینا خدا  
کے ساتھ مختص ہے لہذا کوئی چیز بھی ہو غیر اللہ سے مانگنا شرک ضرور ہو  
گا۔ اب تم شعر کا کچھ بھی مطلب بیان کرو تمہارے ایمانی فتوے کی رو سے  
یا تمہارے شیخ الہند مشرک ہوتے یا گنگوہی جی کو خدا کہو۔ بولو کیا کہتے ہو  
یہی تو المصباح الحبید کا مطالبہ ہے۔ دو اس کا جواب اس کے بعد  
مدائح کے چند شعر نقل کر کے لکھیا بی بی لکھنا لپے کا مصداق بنا۔ اشعار  
میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے استمداد ہے اور اہل سنت کے نزدیک  
مقبولان بارگاہ سے استمداد جائز ہے اس پر دلائل قاہرہ قائم ہیں۔ اسکے  
جواز و شہرت میں تصنیفات کثیرہ موجود ہیں۔ میں یہاں صرف علامہ امام  
عبد الوہاب شمرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کرتا ہوں جس سے روز روشن  
کی طرح ظاہر ہے۔ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ مقبولان بارگاہ  
باذن تعالیٰ دونوں جہاں کی مشکلیں حل کرتے ہیں۔ دین و دنیا کی بھیتیں  
دور فرماتے ہیں بڑی سے بڑی مشکل میں مدد فرماتے ہیں۔

اذا احسان مشائخ الصوفیۃ یلاخلون  
اتباعہم و مرید یہمد فی جمیع  
الاحوال والشدائد فی الدنیا  
والآخرة فکیف بایمۃ المذاهب  
جب کہ مشائخ صوفیہ اپنے متبعین و  
مریدین پر دنیا و آخرت کے تمام  
احوال اور سختیوں میں نظر فرماتے  
یعنی مدد کرتے ہیں تو ائمہ دین کا کیا

الذین هم اعداء الارض و اربکان  
الذین و امناء الشارع علی امتد  
رضی اللہ عنہما جملین  
میر ان شریعۃ الکبریٰ منہ۔

اکابرین و آئمہ دین کی ان نظریات کے باوجود مدائح کے ان اشعار پر اعتراض کرنا بے بصیرتی اور کوری نابینائی ہے۔

**گنگوہی صاحب جہان کے مخدوم ہیں**

مخدوم اور تمام عالم کا متاع گنگوہی صاحب ہیں۔ مرثیہ کے پہلے ہی صفحہ پر لکھا ہے۔ حضرت عالی دادائے جہان مخدوم انکل متاع العالم جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی المصباح الہدیہ میں اسی کو بتایا ہے کہ علماء دیوبند کے نزدیک سارے جہان کے مخدوم گنگوہی صاحب ہیں سارا عالم انہیں کی اطاعت کرتا ہے۔ دیوبندی عجیب اس پر بہت ہی بگڑے بنے خوب اچھلے کودے بہت طعن و تشنیع کی۔ مدرسہ مصباح العلوم کو چھوڑنا سبوتا دیا مصنف المصباح الہدیہ کی تنخواہ میں ساڑھے تین روپیہ اضافہ کی درخواست کر بیٹھے بات یہ ہے کہ المصباح الہدیہ وہ کتاب ہے جس نے دیوبندیوں کو بدحواس کر دیا ورنہ سب جانتے ہیں کہ مصباح العلوم وہ عالیشان دارالعلوم ہے کہ ضلع اعظم گڑھ کے تمام دیوبندی مولوی اس کے طلبہ سے بھی مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے اور یہ آپ کی عالی ہمتی اتنے بڑے اضافہ کی درخواست کر بیٹھے۔ ساڑھے تین روپیہ ماہوار پر تو دیوبند کے فارغ التحصیل جس قدر چاہیں ملازم رکھ سکتے ہیں پھر اتنا اضافہ تم کیوں کراتے ہو۔ خیر اس لغویت کے بعد یہ معارضہ پیش کیا۔

مدائح اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ و غیرہ کے لوح کے صفحہ برآب کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب کو شیخ الاسلام و المسلمین کہا گیا ہے اور آپ کی منطق کے لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کے شیخ اور مسلمین میں صدیق اکبر فاروق اعظم سے لے کر قیامت تک کے مسلمان بلکہ انبیا علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ اب آپ کی منطق کے لحاظ سے مولوی احمد رضا خاں صاحب ان سب کے شیخ اور امام ہوں گے۔

مقام الحدید مختصاً ص ۲۹  
ناظرین کرام بشرط انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ دیوبندی عجیب کا یہ معارضہ دو جہالتوں پر مبنی ہے اول تو شیخ الاسلام و المسلمین اور مخدوم انکل میں فرق نہ معلوم ہونا دوسرے مذہب اہل سنت و دیوبند بیت میں امتیاز نہ کرنا تعجب ہے کہ دیوبندی عجیب اپنے کو رہبر کہلاتے ہیں اور ایسے عالم اور کثیر الاستعمال الفاظ کا فرق نہیں جانتے اور لطف یہ کہ تصنیف کے خواب دیکھتے ہیں۔ دیوبندی مذہب سے نا آشنا اور طرہ یہ کہ دیوبندی ہونے پر غر کرتے ہیں

سینے ہم آپ کو شیخ الاسلام و المسلمین اور آپ کے مخدوم انکل کا فرق بتائیں۔ اول یہ کہ شیخ الاسلام سلطنت اسلامیہ میں علمائے اعلام و مفتیان عظام کے سینے ایک ممتاز عہدہ رہا ہے اور ترکستان میں اب تک تھا اسی لحاظ سے ممتاز علماء کو اس لقب سے ملقب کیا گیا ہے اور مخدوم انکل نہ کسی عہدہ کا نام ہے نہ کسی مخصوص شے کا اسم بلکہ وہ ہمیشہ عموم ہی کے سینے استعمال ہوتا ہے پھر اس سے معارضہ کیوں کر صحیح ہوگا۔ دوسرے یہ کہ شیخ الاسلام و المسلمین میں مسلمین جمع ہے جمع معروف بالام اگرچہ الفاظ عموم سے ہے مگر کل اور جمع میں زمین و آسمان



کا لغوات ہے۔ جمع عموم میں محکم نہیں اور کل عموم میں محکم ہے۔ قال فال توضیح  
ومنها (سے الفاظ العموم) کل و جمیع و ہما محکمات فی عموم مادخل  
علیہ بخلاف ما سترادوات العموم اور انہیں سے یعنی الفاظ عموم سے کل  
اور جمع ہے اور وہ دونوں اپنے مدخول کے عموم میں محکم ہیں بخلاف تمام الفاظ  
عموم کے کہ وہ محکم نہیں۔ جمع معروف بال لام کی تو جمعیت ہی ساقط ہے اس  
کا اطلاق تو ایک فرد پر ہی ہوتا ہے قال فی نور الانوار حتی یقطع اعتبار  
الجمیعة اذا دخلت علی الجمع یہاں تک کہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اعتبار  
جمعیت کا جب کہ داخل ہو۔ جمع پر الف لام۔ اصول کے اس مسئلہ کی تفریح  
کے باوجود معارف کو نہ کر جمیع ہو گا۔ اپنا مذہب بھی سینے اور یاد کر لیجئے۔  
دیوبندی مذہب میں کسی کی تعریف میں الفاظ بڑھا کر بولنا مبالغہ کرنا ہرگز  
جائز نہیں آپ کے ایمان میں لکھا ہے۔ اور یہ جو شاعر لوگ پیغمبر خدا کی  
تعریف میں یا اور انبیاء و اولیاء بزرگوں کی یا پیروں کی یا استادوں کی  
تعریف میں بیان کرتے ہیں اور حمد سے گزر جاتے ہیں اور خدا کے سے  
اوصاف ان کی تعریفوں میں بیان کرتے ہیں اور پھر بولتے ہیں کہ شعر میں  
مبالغہ ہوتا ہے یہ سب بات غلط ہے کہ پیغمبر خدا نے اس قسم کا شعر اپنی  
تعریف کا انصار کی چوکروں کو گانے بھی نہ دیا۔ یہ جانیکہ حامل مراد اس کو کہے  
یاں کر سہند کرے۔ تقویتہ الایمان ص ۱۹۔

دیکھا کہ تعریف ہے کہ انبیاء اولیاء بزرگوں، استادوں کی تعریف  
میں حمد سے گزرنا مبالغہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ تعریف میں مبالغہ کرنا  
اور سننے والے دونوں کو نامقول لکھا ہے۔ رہا یہ کہ تقویتہ الایمان کا  
یہ محکم صحیح ہے یا غلط اس کی تردید میں علماء اہل سنت کی تصنیفات کثیرہ ہیں  
مگر تبارا تو وہ ایمان ہے۔ ہمسنگری ہی تو نہیں کو عین ایمان بتا گئے لہذا

لہذا تبار سے لینے حجت قاطع ہے باوجود اس حکم کے پھر آپ کس منہ سے  
کہہ رہے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین کرام نے اسی سے جواب بھی سمجھ لیا ہو گا واقعہ  
یہ کہ مدح کے موقع پر جو اس قسم کے عموم کے صیغے استعمال کئے جاتے ہیں۔  
ان سے عموم حقیقی مقصود نہیں ہوتا۔ مقایع الحدید ص ۲۹۔

عموم حقیقی کے صیغے استعمال کئے جاتے ہیں اور عموم حقیقی مراد نہ لیا جائے

یہی تو مبالغہ ہے جو دیوبندی مذہب میں شان انبیاء و اولیاء تک میں جائز  
نہیں کیا گنگوہی صاحب اس سے مستثنیٰ ہیں تو انبیاء علیہم السلام سے تبارک  
نزدیک گنگوہی جی کا مرتبہ بالا ہوا۔ اور اگر مستثنیٰ نہیں تو پھر عموم حقیقی ہی  
مراد ہی ہے۔ لہذا گنگوہی صاحب دیوبندیوں کے نزدیک بلا استثناء  
سارے عالم کے مخدوم اور بغیر انقطاع کل ماسوی اللہ کے مخدوم و متاع  
ہوتے۔ اہل سنت کے نزدیک چونکہ تعریف میں مبالغہ جائز ہے عموم کا  
صیغہ بول کر خصوص مراد سے کہتے ہیں۔ حالانکہ جمع عموم میں محکم نہیں لہذا  
شیخ الاسلام و المسلمین وغیرہ سے کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

دیوبندی عجیب معترضین کہ سوال کرتے ہیں سوال کیا کرتے ہیں بلکہ  
آئینہ انسان می کند بوزینہ مجسم۔ آپ کہتے ہیں کہ اخیر میں ہم رضا خانی  
دوستوں سے ایک سوال اور کرتے ہیں۔ آپ کے اعلیٰ حضرت کے چھوٹے  
صاحبزادے مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب کے نام کے ساتھ ان  
کی تصانیف و واقعات انسان ادخال انسان وغیرہ کے سید صفحہ رآل الرحمن  
لکھا ہوا ہے جس کے صاف معنی خدا کی اولاد کے ہیں تو کیا واقعی رضا خانی  
حضرات ان کے باپ مولوی احمد رضا خاں صاحب کو خدا بھی سمجھتے ہیں۔  
اور کیا ہم یہ سمجھیں کہ بریلی میں قادیان سے بھی بڑھ گئی۔ مقایع الحدید  
ص ۲۹۔

دیوبند پر جوش سنبھالو مرزا قادیانی کو تمہیں نے بڑھایا ہے تم نے پہلے  
نبوت کا دروازہ کھولا ہے تمہارے پیشوا قاسم نانوتوی نے تحذیر انسان  
میں ختم نبوت معنی ختم زمانی کا انکار کیا۔ بعد زمانہ حضور اقدس بلکہ حضور  
کے زمانہ میں بھی نبی ہونا ممکن بتایا تم نے ممکن بتایا۔ مرزا قادیانی نے اسے  
بالفعل کر دکھایا وہ تمہاری ہی کمائی کو بے اثر اور بھی اس سے جلتے الجھتے  
ہو اور اس کو کیوں یاد کرتے ہو تمہارے مخالفی جی بھی تو اپنے کلمہ پڑھنے  
والے مخالفی جی پر درود پڑھنے والے کو تسلی دے دیکھ لا الہ الا اللہ  
اشرف علی رسول اللہ پڑھواتے ہیں جس کا مفصل واقعہ خود تمہارے  
مخالفی جی نے اپنے رسالہ الامداد <sup>۳۳</sup> میں شائع کیا ہے۔ تم  
مخالفی جی کا کلمہ پڑھو۔ گنگوہی جی کو مری خلاق اور بانی اسلام (خدا) کا  
ثانی کہو۔ اسی منہ سے توحید کا دعوئے اور اہل سنت پر اعتراض  
کرتے ہو شرم نہیں آتی۔

آل الرحمن پر اعتراض مخالفی خبیث باطنی کا نتیجہ ہے۔ آل کے  
معنی پر دو مطبع منتخب اللغات وغیرہ کتابوں میں لکھے ہیں اور آل کی  
اضافہ رحمن کی طرف اسی معنی کو معین کر رہی ہے لہذا آل الرحمن کے  
حقیقی معنی مطبع الرحمن ہیں۔ مطبع الرحمن پر تمہارا اعتراض ہے اور کیوں  
نہ ہو تمہارے نزدیک تو واجب الاطاعت گنگوہی صاحب ہی ہیں۔ خدا  
کی اطاعت رسول کی اطاعت تمہارے نزدیک سب بے کار ہے جب  
ایک گنگوہی کے سامنے سر نہ جھکائے۔ اسی لیے تو گنگوہی صاحب کو متلاع  
العالم مخدوم اکل پکارتے ہو۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

نمبر ۸۔ علمائے دیوبند مولوی رشید احمد صاحب کو مری خلاق جانتے  
ہیں بانی اسلام کا ثانی مانتے ہیں جس کا ثبوت رے درے میں گزرا لہذا

ان کی صفات کو بھی مثل صفات الہی مانتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر جانتے  
ہیں کیونکہ قضائے الہی کی دو قسمیں ہیں ایک قضائے مہرم دوسری قضائے  
معلق۔ قضائے مہرم وہ حکم الہی ہے جو کسی کے ثامے نہ ملے کسی دعا و التجا  
وغیرہ سے رد نہ ہو۔ اور قضائے معلق وہ حکم الہی ہے کہ کسی امر پر کسی کی  
تعلیق ہے وہ حکم الہی دعائے وغیرہ سے رک جاتا ہے یعنی حکم الہی دو قسم  
کا ہے ایک دعا وغیرہ سے رک جاتا ہے دوسرا نہیں رکنا مگر مولوی رشید احمد  
صاحب کے متعلق علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ ان کا ہر حکم قضائے مہرم  
ہی ہے کوئی حکم بھی کسی کے ثامے نہیں مل سکتا۔ کسی تدبیر سے بھی نہیں  
رک سکتا چنانچہ دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب مرثیہ  
کے ص ۳ پر لکھتے ہیں۔

لہذا رک پر نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا  
اس کا جو حکم تھا قیاسی قضائے مہرم

یعنی گنگوہی صاحب کا ہر حکم قضائے مہرم کی توار ہے اس سے صاف ظور  
معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب کا حکم حکم الہی سے بھی بڑھا ہوا ہے اسی کی طرف  
المصباح الجدید میں اجمالاً اشارہ فرمایا ہے اس کا جواب تو دیوبندیوں  
سے نہ ہو سکا اور ہوتا بھی کیا مگر صاحب مقاصع الجدید نے سمجھ رکھا ہے کہ  
مجیب آں باشد کہ خاموش نہ شود۔ لہذا آپ یہ جواب دیتے ہیں آپ کے  
ابن حضرت کا بھی حکم ایسا ہی ہے ملاحظہ ہو مدارج المصطفیٰ ص ۷

تو نے جو کچھ کہا شاہ احمد رضا  
وہ ہوا پر ہوا شاہ احمد رضا

مقاصع الجدید ص ۳

یہ اعتراض کا جواب تو ہرگز نہیں البتہ علم و حیا کو جواب ہے اس



شعر میں قویہ ہے کہ اسے مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب آپ کی تمام پیشین گوئیاں سچی ہوئیں۔ آپ کا فرمانا صادق ہوا شکار گنگوہی صاحب کا تابنا ہونا۔ مخالفی صاحب کا تاب مناظرہ نہ لانا کبھی مقابلہ میں نہ آنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس میں نہ کہیں حکم کا ذکر ہے نہ قضائے مہرم کا ذکر ہے۔ چہ جائیکہ قضا مہرم کی تلوار پھر یہ کہنا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کا بھی حکم ایسا ہی ہے۔ یہی کوری نابینائی ہے جس کو سرمہ وغیرہ سے تو فائدہ ہو نہیں سکتا۔ اس کو گنگوہی سبحانی کی ضرورت ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو دکھا دکھا کر غر کیا کرتے ہیں جس کا مفصل ذکر مے میں گزرا۔

دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی صاحب  
کی غلامی تمغہ مسلمان ہے۔  
مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی  
کی غلامی کا دواغ مسلمان کی

تمغہ ہے چنانچہ مولوی محمود صاحب مرثیہ مے پر لکھتے ہیں۔

زلف نے دیا اسلام کو دواغ اسکی فرقت کا

کو تمام دواغ غلامی جس کا تمغہ مسلمان

اس پر الصباح الجہد میں یہ موصوفہ فرمایا کہ مولوی رشید احمد صاحب کی غلامی کا دواغ جب مسلمان کا تمغہ ہوا تو جہان کا غلام بنا اسی کو یہ تمغہ ملا اور جس نے ان کی غلامی نہ کی اس تمغہ سے محروم رہا لہذا دیوبندی یا تو تمام صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین و اولیاء کا مین کو مولوی رشید احمد کا غلام مانتے ہوں گے یا ان تمام مقبولان خدا کو مسلمان کے تمغہ سے خالی جانتے ہوں گے یہ مراخذہ دیوبندیوں کے مسلک اصول پر مبنی ہے جو تمام اکابر و اصاغر دیوبندیہ کو تسلیم ہے اور اس سے ہزارہا امور غیر کا دروازہ بند کیا ہے۔ دہا بہر دیوبندیہ کا وہ مسلک اصول یہ ہے کہ کسی لفظ سے عام

معنی سمجھے جاتے ہوں اور متکلم نے اسی جگہ مراعاتہ تخصیص نہ ذکر کی ہو تو اس کی تخصیص ہرگز نہیں ہو سکتی نہ قرینے سے نہ عقل نہ اسی متکلم کے دوسرے کام سے۔ اسی اصول سے اولیاء کرام کی طرف منسوب کردہ شے کو حرام و شرک بتایا ہے۔ زندہ جانوروں کو حرف کسی نبی یا ولی کی طرف منسوب کر دینے سے تقویت الایمان میں حرام و شرک لکھا ہے اور اسی اصول کو لے کر آیت اَوْفُقُوا اٰهْلَ نَعْبِیْرِ اللّٰہِ سے استدلال کیا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ اَوْفُقُوا اٰهْلَ نَعْبِیْرِ اللّٰہِ۔ ترجمہ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

سورۃ نعام میں یا گناہ کی چیز کہ مشہور کی غنی ہو اللہ کے سوا اور کسی کی کر کے ف یعنی جیسے سور اور لوہا اور مردار ناپاک و حرام ہے۔ ایسا ہی وہ جب انور بھی ناپاک اور حرام ہے کہ خود گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کا ٹھہرنا اس آیت سے معلوم ہوا کہ جانور کسی مخلوق کے نام کا ٹھہرے وہ جانور حرام ہے اور ناپاک۔ اس آیت میں کچھ اس بات کا مذکور نہیں کہ اس جانور کے ذبح کرتے وقت کسی مخلوق کا نام بیجئے جب حرام ہو بلکہ اتنی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا کہ یہ گلاؤ سید احمد کبیر کی ہے یا بکرا شیخ سدوکا ہے۔ سو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی جانور ہو مرغی یا اونٹ کسی مخلوق کے نام کا کر دیجئے ولی یا نبی کا باپ کا یا دادا ہے۔ جوت کا یا پری کا وہ سب حرام ہے اور ناپاک اور کرنے والے پر شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ تقویت الایمان ص ۱۱۱ آیت کا ترجمہ صحیح یہ ہے یا بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر اللہ کا نام لیا ہو۔ قرینہ بھی اسی پر وال ہے کہ اس کو فسق فرمایا۔ عقل بھی اس معنی کی تخصیص کرتی ہے کیونکہ زندہ جانور پر تو ہزاروں مرتبہ غیر اللہ کا نام لیا جاتا ہے اگر زندہ جانور پر غیر اللہ کا نام لیا اس کو حرام

کہ دے تو کوئی جانور حلال نہیں رہ سکتا۔ قرآن مجید نے خود دوسری آیتوں  
 میں اس معنی کی تائید فرمائی ارشاد فرمایا نَكَلُوا مِنَّا ذِكْرًا إِنَّهُ عَلَىٰ  
 إِنَّ كُتِّبَ بِهَا يَاتِبَةٌ مُّوْتَمِنِينَ یعنی جس حب فور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام  
 ذکر کیا گیا اسے کھاد اگر تم موئن ہو۔ اسی واسطے مفسرین کرام نے تخصیص کر کے  
 آیت کے یہی معنی بیان فرمائے تفسیر احمدی میں اسی آیت کی تفسیر میں  
 ہے۔ اوالضیق الذی ذبح بہ لاسہ غیر اللہ مثلی اللات والعزى یعنی  
 ضیق وہ جانور ہے جو ذبح کیا ہو غیر اللہ کا نام سے کرشل لات وعزى کے  
 تفسیر جلالین میں ہے فسقاہل لغیر اللہ بہ ای ذبح علی اسمہ غیرہ یعنی  
 وہ حب فور حرام ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ تفسیر الباسعود میں  
 ہے۔ ای ذبح علی اسمہ الاحصان یعنی حسام وہ جانور ہے جو بتوں  
 کے نام پر ذبح کیا گیا ہو بگفار کا طریقہ تھا کہ حب فوروں کے ذبح کے  
 وقت بتوں کا نام لیتے ہیں کہتے باسم اللات والعزى آیت میں اس  
 کو حرام فرمایا۔ مفسرین ذبح ہی کے ساتھ خاص کر رہے ہیں مفسرین  
 کی ان تصریحات کو انھیں دہری نے صرف اسی مذکورہ اصول سے رد  
 کیا ہے چنانچہ کہا کہ اس آیت میں کچھ اس بات کا مذکور نہیں کہ اس  
 جانور کے ذبح کرنے کے وقت کسی مخلوق کا نام لیجئے جب حرام ہو بلکہ  
 اتنی ہی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا  
 کہ یہ محمد سید احمد کبیر کی ہے یا یہ بکرا شیخ سد کا ہے سو وہ حرام ہو  
 جاتا ہے۔ تقویۃ الایمان ص ۲۹

غور کیجئے کہ آیت میں وقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارنے کی تخصیص پر قرینہ موجود عقل تخصیص موجود دوسری آیتوں میں ناید موجود مفسرین کرام کی تصریحات موجود مگر چونکہ تخصیص اسی آیت میں

مذکورہ نہیں اس لیے مولوی اسماعیل صاحب کے نزدیک یہ سب باتیں غیر معتبر ہیں اور سرگرمیوں میں نہیں ہو سکتی۔

دہر صاحب تقویۃ الایمان پر تو سارے دیوبندی کہنے کا ایمان ہے پھر جس اصول سے استدلال کیا ہے اس کا انکار دیوبندی کیسے کر سکتے ہیں لہذا یہ اصول بھی دیوبندیوں کو مسلم ہوا کہ جب تک اسی جگہ تخصیص عراحتہ مذکور نہ ہو ہرگز تخصیص نہیں ہو سکتی اگرچہ قرینہ موجود ہو بعضی تخصیص پائی جائے متکلم کا دوسرا کلام تخصیص پر دلالت کرے۔ اب اس اصول کے تحت میں مرثیہ کا وہ شعر لائے اور پھر دیکھتے کہ المصباح الجدید کے اعتراض کا ایک ایک حرف تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا۔

زمانہ نے دیا اسلام کو داغ اسکی فرقت کا

کہ تھا داغ غلامی جس کا تمغا ہے مسلمان

اس شعر میں گنگوہی صاحب کی غلامی کے دواغ کو مسلمانی کا تمغہ قرار دیا ہے جو باعتبار عموم لفظ کے ہر زمانہ اور ہر طبقہ کے مسلمانوں کو شامل ہے اور یہ مذکور نہیں کہ وہ انہیں کے زمانہ کے لئے خاص ہے یا ان کے مریدوں اور شاگردوں کے ساتھ مختص ہے لہذا تمبار سے اصول پر لازم ضروری ہے کہ مسلمانی کا تمغہ اسے ہی ملے جو تمبار سے گنگوہی صاحب کی غلامی کے دواغ سے دواغ گیا ہو ورنہ مسلمانی کے تمغہ سے محروم رہے اب یہیں بتانا پڑے گا کہ صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کو گنگوہی جی کا غلام مانتے ہو یا تمغہ مسلمانی سے خالی جانتے ہو دونوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی یہ تمبار اسی وہ ایمانی اصول جاری کیا ہے جس سے تم نے سنی مسلمانوں کو کافر مشرک بنایا ہے۔

تعجب ہے کہ آپ رہبر ہفتے میں اور آپ کو الصباح الجدید بھی